مصنف کی اجازت کے بغیر کوئی نہ چھاپے - تاجران کتب سے خاص رعایت کیجائیگی

القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار

حسب فرمائش میاں سعد اللہ و غلام محمد تاجران کتب خانگڑھ

کشف الصدور

فی

زیارۃ القبور

۱۳۴۱ھ

از تالیف جناب مولوی ابو اشرف اللہ بخش خان بلوچ لغاری کھوسوی ہیڈ ماسٹر جتوئی ضلع مظفر گڑھ مؤلف خاتم سلیمانی رحیما کریما وغیرہ وغیرہ زمیندار بستی سنگھڑ تحصیل

مطبع مفید عام لاہور

در مطبع مفید عام لاہور بانتظام منشی ... طباعت در سید کشید

قیمت ۸/ مع محصول ڈاک

اس مختصر رسالہ

کو

خاکسار مؤلّف

اپنے

پیر مرشد حاجی الحرمین حضرت خواجہ محمد محمود صاحب تونسوی

کے

اسم گرامی اور نام نامی سے ڈیڈیکیٹ (مفتخر)

کرتا ھے۔

مصرعہ۔ گر قبول افتد زھے عزو شرف

خاکسار

الہ بخش بلوچ ملغانی مؤلّف خاتم سلیمانی ھیڈ ماسٹر مڈل سکول

جتوئی ضلع مظفر گڑھ

باسمہٖ سبحانہٗ

جب سے ہندوستان میں انگریزی تعلیم کا رواج شروع ہوا ہے۔ اور فلسفہ و سائنس کیطرف طبیعتوں کا رجحان ہوگیا
ہے۔ نیچری اور وہابی بننے کی بیماری ملک میں عام ہوگئی ہے جس وقت کوئی مسلمان انگریزی میں انٹرنس یا ایف اے
کا امتحان پاس کرلیتا ہے۔ یا بی اے کے امتحان میں فلسفہ کا کوئی ابتدائی رسالہ دیکھ لیتا ہے۔ تو وہ کنوئیں کے
مینڈک کیطرح یہ تصور کرلیتا ہے۔ کہ تمام دنیا کا علمی سمندر بس یہی کنواں ہے۔ میں انگریزی تعلیم کا مخالف نہیں
ہوں۔ کیونکہ میں اسے من حیث المعاشرت ضروری سمجھتا ہوں۔ اور نہ ہی فلسفہ و سائنس کی تعلیم سے گھبراتا
ہوں۔ مگر افسوس اور رنج ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ جب ہمارے آزادی پسند نوجوان مسلمانوں کو مذہبی تعلیم سے بالکل غافل
رکھا جاتا ہے۔ تو انکا دل اس دنیاوی تعلیم سے بہت مذبذب اور عجیب طرح کی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
کون نہیں جانتا۔ کہ انگریزی پڑھے لکھے نماز روزہ کے نام سے عموماً عاری ہوتے ہیں۔ معدودے چند حضرات
کے سوا جنکی تعلیم میں دینیات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ باقی کا تو ہم نام کے ... ہیں۔ اور انکے عقائد
کچھ اس قسم کے ہیں۔ کہ مذہب اسلام میں معتزلہ اور نیچریے ہو سکتے ہیں ... خارج از کفر یا اسلام ہیں۔
ان لوگوں نے علمائے دین خصوصاً صوفیائے کرام سے تو عداوت کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اگر کسی
... کا عرس دیکھیں۔ تو جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ عذاب قبر کے یہ قائل نہیں۔ معراج جسمانی کا
اعتقاد نہیں۔ معجزات کے منکر ہیں۔ کرامات اولیاء کو ڈھکوسلہ تصور کرتے ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں
... ان میں سے بعض کا یہ اعتقاد اور خیال ہے۔ کہ جسقدر اولیائے کرام کے روضے اور آستانے ہیں۔
انکو گرا کر زمین کا پیوند بنا دیں۔ موجودہ بزرگان دین جو ان اولیائے کرام کی زندہ نشانیاں ہیں۔
... جو نماز روزے کے پورے پابند ہیں۔ انکو یہ لوگ اس بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ جیسے کہ قدیم زمانہ میں
... نسل کے ہندو شودروں کو دیکھا کرتے تھے۔ اگر کوئی ان سے پوچھے۔ کہ تم خانقاہوں کے سجادہ نشینوں
... اور درویشوں کے اسقدر دشمن کیوں ہو۔ تو وہ اسکا یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ قوم تباہ ہو رہی ہے مسلمان
... ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ کیوں خاموش بیٹھے ہیں؟ اتنا روپیہ نذر نیاز کا اڑاتے ہیں
... ممالک میں۔ کبھی ہم کو چندہ نہیں دیتے۔ میرے دوستو۔ آپ کا یہ جواب ایک حد تک درست
... اگر آپ پہلے ... اعتقاد تو درست کر ...
... دنیا وجہ ...

ممبری لیجسلیٹو کونسل وامپیریل کونسل میں سب سے بڑھکر کامیاب ہوگئے۔ مگر مذہبی پہلو سے صفر رہے۔ تو اس جاہ ومنصب سے کیا حاصل ہوگا۔ ع

کیا وہ دنیا جس میں ہو کچھ بھی نہ دیں کیواسطے واسطے واں کے بھی یا سب کچھ یہیں کیواسطے

افسوس ہے کہ اس نئی پارٹی نے ملک میں عجب فتنہ مچار کھا ہے۔ زیادہ تر انکی طبیعت کا میلان اولیائے کرام کی خانقاہوں اور زائرین پر ہے۔ خاکسار کے سولہ میں بھی چند ایک جنٹلمین اسی قماش کے موجود ہیں اور انہی کی ارتداد نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے۔ کہ ایک چھوٹا سا رسالہ اردو زبان میں اولیائے کرام کی صفت میں لکھا جاوے۔ اور ضمناً زیارت قبور سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اور جسکا چرچہ آج سے نہیں ہے۔ بلکہ تیرہ سو سال سے برابر چلا آتا ہے۔ کچھ خامہ فرسائی کروں۔ تاکہ عوام کالانعام ان لوگوں کی زہریلی تقریروں میں نہ پھنس جائیں۔ ان لوگوں نے اولیائے کرام کے گلہ شکوہ اور زیارت اہل اللہ کو گور پرستی اور بت پرستی کے نام سے نامزد کیا ہے چنانچہ اگلے دن کا ذکر ہے۔ کہ ایک جزو کا ماہوار رسالہ جسکی طرز تحریر و لکھائی و چھپائی سے بے سروسامانی ظاہر ہو رہی تھی۔ میری نظر سے گذرا۔ اس میں ایک صاحب نے چودہویں صدی کے ڈاکو کے عنوان سے بزرگان دین کی وہ مذمت کی ہے۔ کہ توبہ ہی بھلی۔ عنوان بالا کے نیچے آپکے یہ شعر بطور مشت نمونہ ہدیہ ناظرین ہیں۔ ع

ڈاکو اگر ہیں پیر تو ہیں چور مولوے ٹھگ ہیں اگر قریشی تو سید ہیں راہزن

مندر بنالیے ہیں مزارات اولیا گدی نشین پیر پجاری ہیں برہمن

صاحبان! رونے کا مقام ہے۔ کہ مزارات اولیا کو مندر سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ اور گدی نشین حضرات کو پجاری اور برہمن بنایا گیا ہے۔ سید اور قریشی جو آل رسول اور ہاشمی کہلانیکا دعوے رکھتے ہیں۔ انپر ٹھگ اور راہزن ہونیکا اتہام لگایا گیا ہے۔ صاحبان اس بات کے تسلیم کرنے میں انکار نہیں ہو سکتا کہ بیشک بعض سید اپنے آبائی طریقہ کو چھوڑ کر چرس اور بھنگ کے فریفتہ ہو گئے ہیں۔ اور بعض سجادہ نشین اپنے بزرگوں کے کمالات اور زہد و اتقا کا خیال نہ کر کے حرص و ہوا میں مبتلا ہو کر کے طواف میں سرگرم ہیں۔ مگر نعوذ باللہ سب بزرگوں کو اس طرح کوسنا انگریزی تعلیم اور دین اسلام سے بیزاری کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔

سید مرحوم نے انگریزی [illegible] ضروری قرار دیکر علیگڈھ کالج کی بنا ڈالی تھی۔ تو انکا یہ

منشا نہ تھا۔ کہ انگریزی تعلیم ہی ہمارے واسطے دینی و دنیاوی ترقی کا اعلےٰ معیار ہے۔ بلکہ اس بزرگ کا قول یہ تھا۔ کہ اگر دنیاوی تعلیم سے تم اڑنے کے پر بھی لگ جاویں۔ مگر جب تک دینی تعلیم نامکمل ہے۔ اسوقت تک تمہاری بلند پروازی بیکار ہے۔ اور تمہیں منہ کے بل گرا دیگی۔ واقعی اس ریفارمر نے سچ کہا تھا۔ آجکل کوئی صاحب جاسوس بن کر علیگڈھ جاویں۔ اور ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ نونہالوں کے اخلاق مطالعہ کریں۔ تو ان کو نہایت رنج ہوگا۔

میرے دوستو! علیگڈھ کالج ہماری دنیاوی ترقی کی کشتی کا ناخدا ہے۔ اسکا ہر وقت خیال رکھو۔ کہ امتداد زمانہ سے اس میں نااتفاقی یا بے دینی کے آثار نہ ظاہر ہوں۔ یورپین اسٹاف کی سینہ زوری کبھی ہمارے واسطے مفید نہ ہوگی۔ ہمیں چاہیئے کہ غیر کا بھروسہ اور سہارا جہانتک ممکن ہے چھوڑ دیویں اور اسکی ہر شاخ و شعبہ کو ضروریات زمانہ کے مطابق مستحکم بنائیں۔ اگر بالفرض ہمکو ہندوستان میں ڈاکٹر ضیاءالدین محمد اقبال شبلی جیسے اور شخص نہیں ملسکتے۔ تو مطرود شام موجود ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب سنئے۔ کہ اس نئی روشنی کے زمانہ میں اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ ہمارے نو تعلیم یافتہ نوجوان دین سے [illegible] بے بہرہ نہ رہیں۔ بلکہ مقدم دین کو رکھا جاوے۔ اور پھر دنیا۔ اور اس سلسلہ کو اصلاح ایکدوسرے سے متحد و منسلک کردیا جاوے۔ کہ جدا ہونیکا نام نہ لے۔

اگرچہ میرے دوست انگریزی خواں شاید اس سالہ سے ناراض ہونگے۔ مگر میں انکو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ پہلے وہ اپنے گناہوں اور بداعمالیوں کو دیکھیں۔ اور سب سے پہلے انکو دور کرنیکی طرف متوجہ ہوویں اور اس طرح بزرگان دین کے گلہ شکوہ سے باز آجاویں۔ کیونکہ اصلاح ہمیشہ گھر سے شروع ہونی چاہیئے۔

اسقدر اظہار کے بعد میں اسقدر اور بڑھانا چاہتا ہوں۔ کہ واقعی آجکل جاہل لوگوں اور خصوصاً بیوقوف عورتوں میں خانقاہوں اور انکے [illegible] یوں کی نسبت عجب عجب قسم کے اعتقادات بیٹھ گئے ہیں۔ مگر یہ انکی جہالت کا قصور ہے۔ اور اسکی اصلاح اسوقت تک محال ہے جب تک وہ جاہل ہیں۔ اور خصوصاً انگریزی خوانوں کے اس قسم کے وعظ سے کہ قبروں میں بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں۔ اور جسقدر اولیائے کرام کی مزارات ہیں۔ اور انکے روضہ ہیں۔ ان کو گرا دینا چاہیئے۔ یا نعوذ باللہ ان میں بھوسہ بھر دینا چاہیئے۔ سوائے اسکے کہ جاہل لوگوں کو اشتعال ک

اور غصہ پیدا ہو۔ اور کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ قولہ تعالیٰ اُدعُ الیٰ سبیلِ ربّک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔

اس مختصر رسالہ میں جہاں کہیں موقع ملا ہے۔ جاہل لوگوں کے اعتقاد اور خصوصًا بیوقوف عورتوں کی مشرکانہ کارروائیوں کی تردید کیگئی ہے۔ اور میرے خیال میں اصلاح سمجھانے پر یہ لوگ راہ راست پر آسکتے ہیں۔ نہ کہ لٹھ لیکر انکے گرد ہوجانا چاہیے۔ کہ تم کیوں خانقاہوں پر جاتے ہو۔ بالفرض اگر کسی دنیا پرست نے سجادہ نشینی کی آڑ میں مکر و شہوت پرستی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ تو زمانہ سب سے بہتر اوستاد ہے۔ فی زمانتا ایسے پیروں کو کوئی نہیں جانتا۔ جاہل لوگوں کے اعتقاد بھی آہستہ آہستہ اصلاح پذیر ہوتے جائینگے۔ مگر ہمارا فرض ہے۔ کہ علم کی روشنی سے اپنے اہل و عیال کو مستفید کریں۔

اگرچہ میرا روئے سخن کسی خاص شخص سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی بحث کیواسطے یہ رسالہ لکھا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی صاحب میری اس تحریر سے آزردہ خاطر ہوویں۔ تو میں اُن سے معافی کا خواستگار ہوں۔ خداوند کریم اس رسالہ کے پڑھنے والوں کو نیکی کی توفیق بخشے۔ اور مجھ گناہگار کو بھی اپنے پیاروں کی طفیل عافیت دارین نصیب فرماوے۔

آمین

خاکسار الٰہ بخش بلوچ مؤلف رسالہ ہٰذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شھیدا
والصلوٰۃ والسلام علی المرسلین خصوصاً علی سید الانبیاء خاتم النبیین وشفیع المذنبین
وعلیٰ اٰلہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین والسلام والرحمۃ من اللہ تعالیٰ علیٰ جمیع اولیاء اللہ
لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ؕ۔

جاننا چاہیے کہ خداوند کریم نے جس طرح حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت احمد مصطفےٰ محمد مجتبےٰ صلعم تک ہزاروں بلکہ لاکھوں پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ اور جنہوں نے دین اسلام کی منادی اپنی اپنی قوم میں کی۔ اسی طرح خداوند کریم نے انکے قدم بقدم اولیاء اللہ کو بھی اس دنیا میں ہدایت کا چراغ عطا کیا۔ تاکہ نبیوں اور رسولوں کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر لوگوں کی رہنمائی کرتے رہیں۔ کیونکہ یہ سنت اللہ ہے کہ صراط مستقیم کی رہبری کیواسطے ہمیشہ سے راہبر مقرر ہوتے چلے آئے ہیں۔ اگرچہ اولیائے کرام کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے شان اور رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور آنحضرت صلعم کے بعد تو نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو کر اس امر کی ضرورت لابدی ہے۔ کہ دین اسلام کی امامت یا پیشوائی کیواسطے علمائے دین جو امت محمدی کے روشن چراغ اور حضرت کے سچے خادم ہیں۔ اور اولیائے کرام جو محبت احمدی سے فیضیاب ہو کر عشق الٰہی میں سرشار ہو کر ؎ کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است کے مصداق ہو رہے ہیں۔ اپنے ذاتی تعلق اور نیک اثر اور عمدہ نمونہ سے لوگوں کے واسطے ہدایت کا چراغ روشن کریں۔ اور اس ملک ہندوستان میں تو انکا فیض اظہر من الشمس ہے جن لوگوں نے حضرت خواجہ معین الدینؒ اجمیری۔ حضرت خواجگان دہلوی حضرت مجدد الف ثانی۔ حضرت غوث بہاء الدینؒ زکریا ملتانی الملقب بہ غوث بہاء الحقؒ صاحب حضرت خواجہ سلیمانؒ تونسوی وغیرہ رضی اللہ علیہم اجمعین کے ملفوظات اور پاک زندگی کا غور سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس امر کا اعتراف کرینگے۔ کہ ہندوستان میں دین اسلام کی روشنی انہی پاک بزرگوں کی پاک زندگی اور روحانیت میں اعلیٰ ترقی حاصل کرنے اور کیرکٹر کا ایک اعلےٰ نمونہ پیش کرنیکی برقی رو سے نمودار ہوئی ہے۔ اور ہجرت سے ابھی پندرہ سال نہ گذرے تھے۔ کہ دین اسلام کی خوشگوار صدا ہندوستان میں پہنچی۔ اور پھر جوں جوں سلطنت اسلامیہ کے آثار مستحکم ہوتے گئے۔ دین اسلام کی روشنی ہر چہار طرف پھیلنی شروع ہوئی۔ گو غیر مذہب والا اعتراض کر سکتا ہے۔ کہ یہ مسلمان

بادشاہوں کی کوشش اور زور شمشیر کا نتیجہ ہے۔ تو اسکے جواب میں ہم صرف اتنا اظہار کرینگے۔ کہ بالغرض اس
وقت تو ہند میں بزور شمشیر اسلام پھیلا۔ مگر ۱۸۴۰ء کے بعد کون سی تلوار مسلمانوں کے ہاتھ میں رہگئی۔ کہ
پون صدی کے قریب زمانہ گذر چکا۔ مگر دین اسلام اسیطرح ترقی کر رہا ہے۔ اور نہ صرف ہند میں جسکے اعداد
وشمار ہر دسویں سال محکمہ مردم شماری آپ کے پیش کر دیتا ہے۔ بلکہ ہر ایک ملک میں اسلام کا دائرہ وسیع
ہو رہا ہے۔ گو تمدن کے لحاظ سے وہ اور قوموں سے تنزل میں ہوں۔ مگر تعداد وشمار میں انکی ترقی اظہر من الشمس ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر ہمیں کسی نبی اور پیغمبر کا نام معلوم نہیں ہے۔ جو ہند کی سرزمین میں آیا ہو۔
ممکن ہے۔ کہ کوئی مبعوث ہوا ہو۔ مگر اسکے واسطے ہمارے پاس کوئی پختہ دلیل نہیں ہے۔ کہ واقعی فلاں نبی
اس ملک میں آیا۔ بہر حال ہمیں ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس سرزمین میں بہت سے اولیائے کرام مختلف وقتوں میں
رونق افروز رہے۔ اور دین اسلام کیطرف لوگونکی رہبری کرتے رہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔
عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ عز وجل یبعث لھذہ الامۃ علی راس
کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ یعنی ہر صدی کے شروع پر ایک مجدد پیدا ہوگا۔ جو ان
نقصوں کو جو امتداد زمانہ سے دین اسلام میں پیدا ہو جائیں۔ انکی اصلاح کریگا۔ اور ایک گونہ مذہب حقہ
اسلام کی تجدید کریگا۔ اب ظاہر ہے۔ کہ جب نبوت کا سلسلہ آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکا تو ظاہر ہے۔ کہ یہ
مجدد ضرور امت محمدیہ میں سے ہونگے۔ اور یہی نبوت ورسالت کے قائمقام اور نائب کہلائے جانیکے مستحق
ہیں۔ اب خواہ مخواہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اگر مجدد برحق ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ انکو خداوند کریم کی بارگاہ سے بلاواسطے
یا بالواسطہ ایسا خاص تعلق ہوگا۔ جو عوام کو نہ ہو۔ اور تجدید اور اصلاح کے عملدرآمد کرنے کے لیئے انہیں فیض
ربانی اور ارشاد الٰہی کی خود بخود ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ اگرچہ
وحی ورسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ مگر الہام وہدایت کا چشمہ بند نہیں ہوا۔ اور نہ انشاء اللہ تا قیامت
بند ہونیوالا ہے۔ اسی قانون اور فیضان الٰہی سے بہت سے اولیائے کرام کو وقتاً فوقتاً الہام ہوتا رہتا ہے
جس سے وہ لوگوں کو خدا کا رستہ دکھلاتے اور شریعت پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے رہتے ہیں۔ اور
نہ صرف انکو خداوند کریم نے الہام جیسی نعمت سے بہرہ ور کیا ہے۔ بلکہ ان سے کشف وکرامات جو خوارق
عادات ہوں خود بخود صادر ہوتی رہتی ہیں۔ جس سے لوگوں کو قدرتی طور پر انکی پیروی کا شوق اور
انکی نصیحت پر عمل کرنے کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ بہت سے بزرگ صاحب کرامات ہوتے ہیں۔

اور یہ تو کوشش اور محنت کا پھل ہے۔ غیر مذاہب کے درویش بھی کچھ عجائبات دکھا سکتے ہیں۔ مگر اسکا نام کرامت نہیں ہے۔ بلکہ اُسے استدراج کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ معجزہ انبیا علیہم السلام کا خاصہ تھا۔ کرامت اور معجزہ میں بڑا فرق ہے۔ معجزہ کا دکھانا انبیا علیہم السلام کے فرائض میں داخل تہا۔ مگر کرامات کا اظہار ممنوع ہے۔ جیسا کہ آثار میں ہے۔

کتمان الکرامۃ فرض علی اولیآئہ کاظہار المعجزۃ فرض علی انبیآئہ۔ یعنی اولیار کیواسطے کرامت کا چھپانا ضروری ہے۔ اور برخلاف اسکے انبیار علیہم السلام کیواسطے معجزہ کا دکھلانا لازمی ہے۔ ایک اور مقولہ ہے۔ الکرامۃ حیض الرجال۔ معجزہ و کرامت میں درجہ وطاقت شان و وسعت کے لحاظ سے بہی بڑا فرق ہے۔ معجزہ خلاف عادت کا نام ہے۔ اور کرامات خلاف عادت کا نام نہیں۔ بلکہ خرق عادت کا نام کرامت ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے اگر ایک مُردے کو زندہ کر دیا۔ تو اسکا نام معجزہ ہے۔ اور حضرت خواجہ سلیمانؒ تونسوی دریائے سندھ جیسے عظیم الشّان دریا سے موسم گرما میں بغیر کشتی کے عبور کر آئے۔ تو اسکا نام کرامت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے کرام کی کرامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہمارے بعض انگریزی خوان بہی کرامت اولیا کے قائل ہیں۔ مگر بہت سے پورے طور پر اس امر کے معتقد نہیں۔ کہ کرامت بہی کوئی چیز ہے۔ اور اسکا اولیائے اللہ کے واسطے مخصوص ہونا کیوں ضروری ہے۔ اسواسطے اب کرامات اولیار پر بحث کیجاتی ہے۔ کہ اگر منکریں کرامت چشم بصیرت سے نظر کرینگے۔ تو یہ مختصر تحریر ہی کافی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

کرامتِ اولیا اور اسکا ثبوت

ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ بعض متقی اور پرہیزگاروں سے جو امور خارق عادات ظاہر ہوتے ہیں۔ اسکا نام کرامت ہے۔ پڑہو قرآن مجید میں سورہ نمل حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کا تذکرہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم قال یاایھا الملؤا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین ٥ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک ٥ فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ھٰذا من فضل ربی۔ لیبلونی ءاشکر ام اکفر۔ ومن شکر فانما یشکر لنفسہ

ومن کفر فان ربی غنی کریم۔ ترجمہ حضرت سلیمان نے سرداروں اور امیروں نے فرمایا۔ کہ تم سے کون شخص ایسا ہے۔ کہ بلقیس کا تخت انکے مسلمان ہوکر آنیسے پہلے اُٹھا لائے۔ عفریت (دیو) نے کہا۔ کہ آپکی دربار برخاست کرنیسے پہلے میں اس تخت کو اُٹھا کر لا سکتا ہوں۔ اور (جواہرات) میں نہائت ایمانداری سے یہ خدمت بجا لاؤنگا۔ (حضرت سلیمانؑ اس سے بھی جلدی چاہتے تھے۔ کیونکہ آپ دوپہر کو دربار سے فارغ ہوتے تھے۔ تو انتظار کیواسطے یہ بڑا وقفہ تھا) ایک شخص جسے علم کتاب تھا (حضرت آصف برخیا جو آپ کے وزیر تھے) بول اُٹھا۔ کہ میں آپکی پلک جھکنے یا ایک طرف دیکھنے اور دوسری طرف نظر کرنے سے بھی پہلے لا سکتا ہوں۔ آپنے اظہار مسرت کیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی۔ کہ تخت سامنے موجود تھا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا۔ کہ یہ میرے پروردگار کی فضل وکرم کی نشانی ہے۔ اور میرے واسطے آزمائش ہے۔ کہ آیا میں اس عنایت کی وجہ سے کہ میرا وزیر دم کے دم میں تخت اُٹھا لایا۔ خداوند کریم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یا انکار کرتا ہوں۔ اور خداوند کریم کو کسی شکر کا بھوکا نہیں بلکہ جو آدمی شکریہ ادا کرتا ہے۔ تو اس شکریہ کا نفع اسکی اپنی ذات کیواسطے ہے۔ اور اگر شکریہ ادا نہیں کرتا۔ تو میرا رب غنی اور کریم ہے"

اصل واقعہ تو قرآن مجید سے مفصل معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جب حضرت سلیمانؑ پیغمبر علیہ السلام نے ایک قوم آتش پرست کا سنا۔ تو اُن کو اسلام کی دعوت دی۔ اور پر ملکہ بلقیس حکمران تھی۔ اور ایک قیمتی تخت پر جس میں نہائت نایاب اور آبدار جواہرات نصب تھے۔ اجلاس کیا کرتی تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے اسلام قبول کرنیکی ہدائت کی۔ اور اسی مضمون کا ایک نامہ بھی روانہ کیا۔ اب حضرت سلیمان کو خداوند کریم نے خبر دیدی تھی۔ کہ وہ لوگ ضرور مسلمان ہوکر تمہارے پاس آئینگے۔ اسواسطے آپنے چند خاص مصلحتوں کی وجہ سے خواہش ظاہر فرمائی۔ کہ اسکا تخت منگایا جاوے۔ عفریت (دیو) نے کہا کہ میں دو چار گھنٹے میں لا سکتا ہوں۔ مگر ایک ولی اللہ نے جب پیغمبر کا ارشاد پایا۔ تو عرض کیا۔ کہ میں ابھی حاضر کرتا ہوں" چنانچہ جیسا کہ نص قرآنی ہے۔ وہ ولی اللہ اس تخت کو اُٹھا لایا۔ اب اسجگہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا اسطرح تخت کا اُٹھا لانا کرامات ہے۔ یا نہیں۔ اور اگر کرامات ہے۔ تو کیا جس سے یہ کرامات ظاہر ہوئی وہ کوئی نبی یا پیغمبر تھا۔ اب يَاَيُّهَا الْمَلَؤُ۔ اے سردارو یا اے امیرو وزیرو کا لفظ صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ ایک ولی اللہ تھے۔ نبی یا رسول نہ تھے۔ کیونکہ اول تو حضرت سلیمان کے دربار میں

دوسرے پیغمبر کے ہونے کی قدرتی طور پر ضرورت نہ تھی۔ اور اگر بالغرض وہ مرسل ہوتے تو یاایّھا
الملوء کا لفظ کلام پاک میں نہ ہوتا۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ یہ معجزہ ہے اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اہل اللہ
کی کرامات دراصل پیغمبروں کا معجزہ ہوتا ہے۔ اور ایک چیز کا جلد منگانا معجزہ میں داخل نہیں ہے۔ دیکھو
تار اور ریل کے ذریعہ ایکدم میں انسان کہاں سے کہاں کی خبر لاتا ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ حضرت سلیمان
کو خداوند کریم نے ہوا کی اس خاصیت سے کہ اس میں تیرانے کی قوت موجود ہے۔ واقف اور ماہر کر دیا تھا
منطق طیر اور دیگر علوم سے پورے واقف تھے۔ تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ان کے ایک وزیر سے
ایک خرق عادت بات ظہور میں آئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے اپنے پیاروں کو ایک
ایسی اعلےٰ طاقت عطا فرمائی ہے۔ جو انسے ایسے ایسے جلوے دکھلاتی ہے جسے دیکھکر اس قادرِ مطلق کی
قدرت یاد آتی ہے۔ ضمناً غیر مذاہب والے یہ اعتراض کریں کہ ہدہد نامہ کسطرح لے گیا۔ سو انکو معلوم
ہونا چاہئے۔ کہ کبوتروں سے جو نامہ بری کا کام لیا جاتا ہے۔ اور وہ میدانِ جنگ میں اور دیگر موقعوں پر کس
درجہ مفید ثابت ہوئے ہیں۔ کیا ہدہد سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ نامہ بری کا کام دے سکے۔ انسان
اگر کوشش کرے۔ تو کوّے اور باز سے یہ کام لے سکتا ہے۔ جو گوشت خوار ہونیکے سبب زیادہ سرکش ہیں
ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ شکاری جرّہ اور باز کسطرح سے پرندوں اور چھوٹے چھوٹے جانوروں
کا شکار کرتے ہیں۔ اور اپنے مالک کے حوالہ کرکے اپنے واسطے علیحدہ غذا اور تحفہ قبول کرتے ہیں بعض
طوطے اور مینا اسطرح بولتے ہیں کہ دیکھ اور سُنکر حیرت آتی ہے۔ اگر یہ باتیں روزمرہ دیکھنے میں
آتی ہیں۔ تو ہدہد کا نامہ بری کرنا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہے"
اب ایک اور مقام سے قرآن مجید کی تلاوت کیجاتی ہے۔ قَالَ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ فَنَادٰھَا
مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔ وَهُزِّیْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ
النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔ یہ دو آیتیں سورہ مریم کی ہیں۔۔ اور حضرت بی بی مریم
رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے۔ کہ جب وہ دردِ زہ سے تکلیف میں تھیں۔ اور حضرت مسیح تھوڑی دیر میں پیدا
ہوئے۔ تو انکو از بس رنج و اضطراب تھا۔ کچھ تو تنہائی سے اور کچھ بچہ پیدا ہونیکی تکلیف سے۔ اور کچھ
لوگوں کی طعن و تشنیع سے اور خصوصاً ایک دوشیزہ لڑکی کیواسطے عجیب مصیبت کا سامان تھا۔ ابھی
اثنا میں فرشتہ رحمت نے آواز دی کہ اے مریم! غم نہ کھا۔ تیرے ربنے تیرے پاؤں کے نیچے ایک چشمہ

پانی کا پیدا کر دیا ہے۔ اور اس کھجور کے تنے کو (جو کہتے ہیں کہ ایک سوکھا سا تنا تھا) ہلا۔ کہ تازہ کھجور گریگی۔ انکو کھا اور پانی چشمہ کا پی۔ اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ"۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ حضرت بی بی مریم اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ وہ دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور قیامت میں بھی بقول بعض عورتوں کی سردار ہونگی۔ مگر وہ نبی اور پیغمبر نہ تھیں۔ واقعی وہ صالحہ عورت تھیں۔ جن سے بہت عجیب عجیب حال صادر ہوئے۔ خیال تو کیجیے۔ کہ زمین میں سے انکی خاطر ایک چشمہ پھوٹ نکلے۔ اور کھجور کا درخت تازہ کھجوریں بہم پہنچائے۔ اور اگر انسان غور کرے۔ تو رطباً جنیا کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اس درخت کے تنے سے تازہ کھجوروں کا گرنا بھی خرق عادت تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ درخت بالکل سوکھا ہوا تنا تھا۔ جسکو حضرت مریم عورت ہو کر اور ایسی تکلیفات سے فارغ ہو کر کہ عورت بعد وضع حمل کے مردے کے برابر ہو جاتی ہے۔ ہلا سکیں۔ اور کرامت یہ ہے۔ کہ بے موسم اس سوکھے تنے سے کھجوریں گریں۔ جو حضرت مریم نے ایسے وقت میں کھائیں۔ کہ انکے پاس نہ کوئی خویش تھا نہ رشتہ دار نہ مونس اور نہ غمخوار فقط ایک پروردگار تھا۔ جسنے کسطرح اپنی نیک لونڈی کو روزی پہنچائی۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ یہ سب حضرت عیسے علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ کہ انکے پیدا ہونے سے ایسے عجیب و غریب کرشمے صادر ہوئے۔ اسکا جواب ہم یہ دینگے۔ کہ بالغرض حضرت عیسے علیہ السلام کی پرورش کے واسطے یہ سامان ہوا۔ مگر اسکا صدور کس سے ہوا۔ اور دوسرے مقام پر جو قرآن مجید میں ہے واصطفٰک علےٰ نساء العالمین۔ کہ اے مریم تجھے ہم نے دنیا کی عورتوں پر برگزیدہ کیا ہے اور ایک اور مقام پر ہے۔ ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمت ربہا وکتبہ وکانت من القانتین۔ قانت کے معنی فرمانبردار اور تابعدار کے ہیں۔ اور اسکے علاوہ حضرت بی بی مریم کے پاس فرشتہ کا آنا اور کلام کرنا ثابت ہے۔ پس اسوقت چشمہ کا پیدا ہونا اور درخت سے کھجوروں کا گرنا کرامات میں داخل ہے۔ گو اس میں پیغمبر کا معجزہ مضمر ہو۔ مگر ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ کی کرامات پیغمبروں کا معجزہ ہے۔ اسکے علاوہ تلاوت فرمائیے۔ کلما دخل علیہا ذکریا المحراب وجد عندھا رزقا قال یٰمریم انی لکِ ھذا قالت ھو من عند اللہ۔ تفاسیر میں لکھا ہے۔ کہ بے موسمی میوہ انکے پاس دیکھا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام نے پیرانہ سالی میں اولاد کی دعا طلب کی تھی۔ جو بفضلہ منظور ہوئی۔ ایک اور آیت تلاوت فرمائیے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ **ترجمہ**۔ محمد رسول اللہ کا ہے۔ اور جو لوگ (اصحاب کبارؓ) اسکے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں ایکدوسرے پر مہربان اور جان نثار ہیں۔ اے محمد! آپ ان کو رکوع وسجدہ میں دیکھا کرتے ہیں۔ یہ خدا کے فضل اور خوشنودی کے طالب ہیں۔ کثرت سجود سے انکے چہروں پر نشانیاں ہیں۔ انکی صفت توریت وانجیل میں ہے۔ جیسے کہ کھیتی میں سوئیاں نکلیں۔ اور وہ روئیدگی موٹی ہو کر قوت پکڑے اور وہ تمام کھیتی اپنی جڑ پر مستحکم ہو کر کھڑی ہو جاوے۔ تو کھیتی کرنے والے کو وہ زراعت بھلی لگتی ہے۔ (یعنی اے محمد تو نے ایک کھیتی (دین اسلام) کی بنیاد ڈالی۔ وہ کھیتی ہری بھری ہوئی۔ اور اس میں اصحاب کبار شامل ہوئے۔ اور اسلام کا ایک طاقتور درخت بن گیا) کافروں کو ان مسلمانوں سے غصہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے ایمان لایا۔ اور جنکے اعمال صالح ہیں مغفرت کا وعدہ دیا ہے۔ اور انکو ثواب عظیم عطا کریگا۔ ان آیتوں کی تفسیر میں مفسرین نے بہت بڑی تشریح کی ہے۔ اور نہایت کھول کھول کر تحریر فرمایا ہے۔ کہ یہ آیتیں کون کون سے اصحاب کے شان میں نازل ہوئیں۔ چنانچہ اکثر نے والذین معہ سے صدیق اکبرؓ اور اشداء علی الکفار سے حضرت امیر عمرؓ اور رحماء بینھم سے حضرت عثمان غنیؓ مراد لئے ہیں اور رکعاً سجداً کا جن پر اطلاق ہے۔ وہ حضرت علی مرتضیٰؓ ہیں۔ جو ایک رات میں کئی ہزار رکعتیں نماز کی پڑھتے تھے۔ بہرحال یہ تو صاف ثابت ہے۔ کہ یہ تعریف آنحضرت صلعم کے اصحاب کبار کی ہے۔ اب مغفرت اور اجراً عظیما کا لفظ قابل غور ہے۔ سبحان اللہ جلشانہ۔ کہ حضرت کے اصحاب کبار جو ہر ایک ولی اللہ تھا۔ بلکہ ہر ایک کئی ولیوں کے برابر طاقت رکھتا تھا۔ کیونکہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ کہ وہ خیر القرون میں شامل ہیں۔ اور اصحابی کا درجہ تابعی یا تبع تابعی سے بلند تر ہے۔ کیا انکے کمالات کی یہ چھوٹی دلیل ہے۔ کہ قرآن مجید انکے اوصاف بیان کرے اور احادیث کی کتابوں میں انکے اوصاف و مناقب میں علیحدہ ابواب ہیں۔ جیسے کہ مشکوٰۃ شریف میں کہ اوصاف اولیاء کا علیحدہ باب ہے۔ اور اصحاب کبارؓ کی صفات مناقب ان سے علاوہ علیحدہ باب

میں بیان ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بیسیوں حدیثیں اولیاء اللہ کی تعریف میں ہیں۔ جو وقتاً
فوقتاً ہم اس رسالہ میں درج کرینگے۔ مگر اس موقع پر ایک ضروری نکتہ جسے اکثر مفسرین اور محدثین نے
نوٹ کیا ہے۔ اسجگہ درج کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان آیات میں جو اوپر لکھی گئی ہیں۔ اصحاب رض کبار کی
تعریف کے بعد یہ الفاظ ہیں۔ لیغیظ بھم الکفار تاکہ اس سے کفار کو غصہ دلایا جاوے۔ اب جو لوگ
شومی طالع سے اصحاب ثلاثہ کے حق میں بیجا کلمات کہتے ہیں۔ اور انکے مناقب یا تعریف سنکر حقہ کی
چلم کی طرح پیچ و تاب کھاتے ہیں۔ وہ کس جماعت میں جا پڑتے ہیں۔ خدا نے جسے عقل کی آنکھ عطا
کی ہے وہ ان الفاظ کے پڑھنے سے کھٹک جائیگا۔ کہ آنحضرت صلعم کے جلیل القدر اصحاب کی مودت جزو
ایمان ہے۔ اور جسکے دل میں ان پاک لوگوں کی نسبت بغض اور غیظ ہے۔ وہ اسلام سے باہر ہیں۔ واضح
رہے۔ کہ اس مسئلہ کا استخراج مجھ ناچیز سے نہیں ہوا۔ بلکہ امام قشیری رحمۃ نے صاف لکھا ہے۔ کہ یہ آیت
اصحاب رضی اللہ عنہم کے شان میں ہے۔ تو جو کوئی ان پر غصہ کرے اور انکے ساتھ دشمنی رکھے۔ وہ کافروں
میں داخل ہوگا۔ ایک تفسیر میں ہے کہ اسجگہ عملوا الصلحت سے مراد محبت اصحاب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ اہل اللہ
کا ظہور کمال ہے۔ کہ انکے اوصاف پر قرآن شریف ناطق ہے۔ ایک اور مقام کلام پاک کا مطالعہ کیجیے۔
ولقد اٰتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للہ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر
فان اللہ غنی حمید۔ اللہ فرماتا ہے کہ لقمان کو ہم نے حکمت (دانائی) عطا کی۔ کہ خدا کا شکر
ادا کرو۔ الی آخرہ۔ اب حضرت لقمان رح کی نبوت یا رسالت کا کوئی پختہ ثبوت موجود نہیں ہے۔ واقعی ایک
نیکوکار شخص تھے جب یہ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ وہ پیغمبر نہ تھے۔ تو ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ ہونے میں شک
نہیں انکی وعظ اور پند و نصائح سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور ایک ایک نصیحت ایسی ہے۔ کہ اسے
جان کی طرح عزیز رکھا جاوے۔ یہ اولیاء اللہ کی تعریف ہے۔ اور اس میں یہ کمالیت کم نہیں ہے۔ کہ
آجتک لقمان کی پند و نصائح اسیقدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ جیسی کہ اب سے کئی ہزار
سال پہلے۔ سو انکی یہ کرامت کوئی چھوٹی اور معمولی کرامت نہیں ہے۔ پڑھیے قرآن مجید میں۔
من ذالذی یشفع عندہٗ الا باذنہ وہ کون ہے۔ جو اللہ کے آگے بغیر اوسکے اذن و
اجازت کے شفاعت کر سکے۔ وہابی لوگ اس آیت کو خصوصیت سے بیان کرتے ہیں۔ مگر غور کریں
تو اس میں شفاعت کا لفظ عام ہے۔ ایک آنحضرت صلعم کی شفاعت مخصوص نہیں ہے من کا لفظ

عمومیت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے من ذالذی یقرض اللّٰہ قرضًا حسنًا کون ہے۔ جو (نیکی کر کے) اللہ کو قرض دینا چاہتا ہے۔ اسی طرح من شکر فانما یشکر لنفسہ اور من کفر فان ربی غنی کریم میں لفظ مَن میں معین ہونیکی کوئی قید نہیں تو گویا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ خداوند کریم کے آگے کسی پیغمبر ولی شہید فرشتہ معصوم بچہ وغیرہ کی شفاعت کارگر نہ ہوگی۔ مگر اسکی جسے کہ اجازت عطا کی گئی ہو۔ اگرچہ اسجگہ یشفع کا لفظ مَن کی وجہ سے واحد آیا ہے۔ مگر ان آیتوں سے جو آگے بیان کیجاتی ہیں۔ صاف ثابت ہوگا کہ قیامت کے دن صرف رسول کریم صلعم ہی کو شفاعت کا اذن نہ ملیگا۔ بلکہ اور پیغمبر اور اس امت مرحومہ کے اولیار، شہدا وغیرہ بھی شفاعت سے شرف حاصل کرینگے۔

پڑھو کلام مجید میں۔ لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھدًا۔ یہ آیت سورہ مریم رکوع نمبر ۶ میں ہے۔ نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر لیا جسنے رحمٰن سے قرار **فائدہ**۔ یعنی جسکو اللہ نے وعدہ دیا۔ وہی سفارش کریگا۔ اسجگہ یملکون کا لفظ جمع کا آیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ یہ عام لوگوں کے واسطے ہے۔ اور اگر قرآن شریف کی اس مقام پر مقدم مؤخر آیتوں کو دیکھا جاوے۔ تو معلوم ہوگا کہ یملکون کا فاعل متقی اور گنہگار لوگ ہیں۔ کیونکہ پہلے کی آیتیں یہ ہیں۔ یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدًا ۝ ونسوق المجرمین الی جھنم وِردًا ۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے لفظ وفدا کے معنی مہمان کے لکھے ہیں۔ اور وِردًا بالکسر کے معنی پیاسے کو تحریر فرمائے ہیں۔ گویا متقین محشرگاہ میں خداوند کریم کے مہمان ہونگے۔ یہ لفظ عجیب نکتہ رکھتا ہے۔ دیکھو مہمان کیساتھ جو ذکر ہوتا ہے۔ وہ بھی مہمانی میں شامل ہوتا ہے مہمان کی سواری کا جانور بھی میزبان سے رسد پاتا ہے۔ جب کہ متقین خداوند کریم کے مہمان ہونگے۔ تو کیا انکے متعلقین مہمانی سے محروم رہینگے ہرگز نہیں۔ ؎ بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست۔

اور ایک اور مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے متقین کو اولیاء اللہ کے لقب سے موسوم کیا ہے۔

ایک اور آیت تلاوت فرمائیے۔ ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وھم من خشیتہٖ مشفقون سورہ انبیا رکوع ۲ ترجمہ۔ شفاعت کرنے والے (بصیغہ جمع) اُس شخص کی شفاعت کرینگے جسکے واسطے وہ (مالک) پسند کرے۔ اور وہ اسکے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ کہ شفاعت کرنیوالے اسی کی شفاعت کرینگے۔ جو ایمان لائے۔ اور کلمہ شریف لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہے۔ یعنی زبان سے کلمہ اور دل سے اسکی تصدیق کی۔ انکی شفاعت

واجب ہوگی۔ اب ہمارا روئے سخن لفظ **یشفعون** سے ہے۔ اب ظاہر ہے کہ فعل جمع آئے۔ تو اسکا فاعل یقینی طور پر جمع ہوگا۔ اسواسطے صاف طور پر ثابت ہوا۔ کہ انشاراللہ قیامت کے دن انبیار علیہم السلام اور اولیا کرام علیہم السلام اور شہدائے عظام شفاعت کا اختیار دیئے جاوینگے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ کیا ناقص طریقہ استدلال ہے۔ کہ بالفرض **شافعین** ایک سے زیادہ ہونگے۔ تو اس سے یہ مراد کیونکر ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اولیاء کرام اور شہدائے عظام ہی ہونگے۔ سو ہم انکی تسلی کیلئے یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ واقعی ہمارا استدلال قبل از وقت ہے۔ مگر آگے چلکر آپ کو اسکا ثبوت ملیگا۔ کہ واقعی انبیار علیہم السلام کے سوا فرشتے اور اولیا و شہدار وغیرہ ہی خداوند کریم سے یہ شرف حاصل کرینگے۔ اب ایک اور روشن دلیل ملاحظہ کیجئے۔ پڑھیو کلام مجید میں۔ **وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى** الآیۃ **ترجمہ** اور بہت فرشتے آسمانوں میں ہیں۔ انکی سفارش کچھ کام نہیں آتی۔ مگر جب اللہ اذن دیوے جسکے واسطے چاہے اور پسند کرے۔ اب صاف ظاہر ہے۔ کہ فرشتونکی شفاعت بھی قرآن پاک سے صاف طور پر ثابت ہوگئی۔ جسطرح فرشتے مقرب الٰہی ہیں۔ اسی طرح سے **متقین** یعنی اولیائے کرام بھی خدا کے پیارے ہیں۔ انکے توسل سے بھی جسکو اللہ پسند کریگا بخشدیگا۔ یہ آیت سورہ **نجم** رکوع ۶ نمبر ۲ کی ہے۔ مگر جو لوگ سرے سے فرشتوں کے وجود کے قائل نہیں۔ وہ بھلا شفاعت کے کب قائل ہو سکتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی عقل کی دوا کریں۔ اور مرنے کے دن کو یاد کرکے لامذہبی اور دہریہ پن سے اجتناب کریں۔

ایک اور آیت کی تلاوت کیجئے۔ **فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ**۔ پھر انکو سفارش کرنیوالوں کی سفارش کام نہ آئیگی۔ سورہ **مدثر** رکوع ۲۔ یہ آیت کفار کے حق میں ہے۔ مگر ہمارا مطلب لفظ **شافعین** سے ہے۔ کہ قیامت کے دن بہت سے پاک بندونکو شفاعت کا اختیار دیا جائیگا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر پڑھیے۔

لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ اس آیت شریف میں بھی **یتکلمون** کا لفظ بصیغہ جمع آیا ہے۔ اور ہمارے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے۔

انصاف و حق پسند طبع کیواسطے اسی قدر ثبوت ہی کافی ہے۔ ورنہ شفاعت کا ذکر قرآن مجید میں بہت مقام پر موجود ہے۔ شفاعت انکی ہوگی۔ جو مومن ہو۔ اور شرک اور کبیرہ گناہ ہونکا شریعت سے مرتکب ہوا ہو۔ مرنے سے پہلے توبہ کر چکا ہو۔ شفاعت کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہم کلمہ شریف پڑھکر دن رات فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں۔ یا معاذ اللہ قبروں سے حاجتیں مانگنی شروع کریں۔ یا اولیائے کرام کو اس اعتقاد کی نگاہ سے دیکھیں۔ یا انکی

نسبت دل میں یہ یقین کرلیں۔ کہ بس ان کو سیاہ و سفید کا اختیار ہے۔ بابا! یہ شرک میں داخل ہے۔ نبی ہوں
یا پیغمبر۔ رسول ہوں یا رسل۔ اولیا ہوں۔ کہ شہدا ہوں۔ عالم ہوں۔ کہ فاضل۔ فرشتے ہی کیوں نہ
ہوں۔ سب خداوند کریم کے حکم کے مطیع ہیں۔ کسیکو بلا اجازت بولنے اور دم مارنے کی توفیق نہیں۔ خدا
ان بزرگوار ونکو ہدایت دیوے۔ جو پیر بنکر اپنے مرید کو کہتے ہیں۔ کہ بیشک جو کام چاہے۔ کرتے رہو مگر ہمارا
سالیانہ بند نکرو۔ خداوند کریم سے تمہارا دامن چھڑانے کا ہمارا ذمہ۔ خداوند کریم ان کو ہدایت عطا کرے۔
وہ نبی کریم جسکا لقب شفیع المذنبین ہے۔ اور جنکے واسطے لولاک لما خلقت الافلاک کا تمغہ عطا
ہوا ہے۔ انکو یہ کہنے کی مجال نہیں۔ جیسا کہ کلام پاک میں ہے۔ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا
ماشاء اللہ۔ اے پیغمبر لوگوں کو سمجھادے۔ کہ میں اپنی ذات کے نفع نقصان کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر
وہ جو خدا پسند کرے۔ اب جاہل لوگوں کو قدر عافیت معلوم ہوگی ذرا اپنے اعتقادوں کو انصاف کے
ترازو سے تولیں + **باز آمدم بر مطلب**۔
اگرچہ میرا مضمون ابتدا میں صرف کرامت اولیا پر تھا۔ مگر بیچ میں شفاعت کی بحث چھڑ گئی۔ مگر یہ بحث عمداً
لکھی گئی ہے۔ کیونکہ جسطرح بہت سے لوگ کرامت کے منکر ہیں۔ اسی طرح شفاعت کے بھی قایل نہیں۔ اسواسطے
ضروری سمجھا گیا۔ کہ اگرچہ گفتگو ایک اور شاخ کی جاری ہوگئی۔ مگر درخت ایک ہی ہے۔ اب پھر ایک تعلق بیان
کرنیکے بعد اصل مضمون کیطرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک
مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن
اولئک رفیقا۔ یعنی جو کوئی متابعت اللہ اور اسکے رسول کی کرے۔ تو وہ انبیاء علیہم السلام اولیائے
کرام۔ شہدائے عظام۔ اور نیک بختوں کی جماعت میں شامل ہوگا۔ جن پر خداوند کریم نے اپنا فضل و انعام کیا ہے۔
علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں تحریر فرمایا ہے۔ ھذہ المعیۃ
ثابتۃ فی الدنیا وفی دار البرزخ وفی دار الجزاء والمرء مع من احب فی ھذہ الدور
الثلثۃ انتہی وقال شیدلہ فی کتاب البرھان فی علوم القران فان قیل قولہ تعالیٰ
ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ فکیف
یکونون امواتا احیاء قلنا یجوز ان یحییھم اللہ فی قبورھم دار و انھم تکون فی جزاء
من اجزائھم یحس جمیع بدنہ بالنعیم واللذۃ لاجل ذلک الجزء کما یحس جمیع بدن الحی

فی الدنیا ببرودۃٍ او حرارۃٍ تکون فی جزءٍ من اجزاء بدنه وقیل المراد ان اجسامهم
لا تبلی فی قبورهم ولا تنقطع اوصالهم فهم کالاحیاء فی قبورهم وقال ابوحیان فی
تفسیرہ عند هذه الآیة اختلف الناس فی هذه الحیات فقال قومٌ معناها بقاء
ارواحهم دون اجسادهم لانا نشاهد فسادها وفناءها وذهب آخرون الی ان الشهید
حی الجسد والروح ولا یقدحُ فی ذلك عدم شعورنا به فنحن نراهم علی صفة الاموات
وهم احیاء - کما قال الله تعالیٰ وتری الجبال تحسبها جامدۃً وهی تمرّ مرّ السحاب +
وکما تری نائماً علی هیئۃٍ وهو یری فی منامه ما یتنعم به او یتالّم قلت ولذلك
قال تعالیٰ بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون فنبه بقوله ذلك خطاباً للمؤمنین علی
انهم لا یدرکون هذه الحیوۃ بالمشاهدۃ والحس وبهذا یتمیز الشهید عن
غیرہ ولو کان المراد حیات الروح فقط لم یحصل له تمیز عن غیرہ لمشارکة سائر
الاموات له فی ذلك ولیعلم المؤمنین باسرهم حیوۃ کل الارواح فلم یکن لقوله تعالیٰ
ولکن لا تشعرون معنی وقد یکشف الله لبعض اولیائه فیشاهد ذلك - نقل السهیلی
فی دلائل النبوۃ عن بعض الصحابة انه حفر فی مکان فانفتحت طاقةٌ فاذا شخصٌ
علی سریر وبین یدیه مصحفٌ یقرأ فیه وامامه روضة خضراء وذلك باحد و
عُلِم انه من الشهداء لانه رأی فی صفحة وجهه جرحاً - واورد ایضاً
ابوحیان ویشبه هذا ما حکاه الیافعی فی روض الریاحین عن بعض الصالحین
قال حفرت قبراً لرجل من العباد والحدته فبینا انا اسوّی اللحد اذ سقطت
لبنة من لحد قبر یلیه فنظرت فاذا بشیخٍ جالسٍ فی القبر علیه ثیابٌ بیضٌ
تقعقع وفی حجرہ مصحف من ذهب مکتوبٌ بالذهب وهو یقرأ فیه فرفع راسه الیّ
وقال لی قامت القیامة رحمك الله قلتُ لا فقال ردّ اللبنة الی موضعها عافاك
الله فرددتها وقال الیافعی ایضاً روینا عن حفر القبور من الثقات انه حفر قبراً فانفتح
فیه انسان جالس علی سریر وبیدہ مصحف یقرأ فیه وتحته نهر یجری
فغشی علیه واخرج من القبر ولم یدروا ما اصابه فلم یفق الا فی الیوم الثالث ۵

ترجمہ۔ کہ یہ بیعت اور رفاقت دنیا برزخ اور عالم عقبے میں ثابت ہے۔ کیونکہ آدمی ان ہرسہ عالم میں اسی کے ساتھ ہوگا۔ جسکے ساتھ اسکی محبت ہے۔ انتہے۔ اور کتاب **البرہان فی علوم القرآن** میں **ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ** کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی پوچھے۔ کہ یہ کس قسم کی حیات ہوگی۔ درحالیکہ وہ اموات میں شامل ہیں۔ تو اسکا جواب ہم یہ دینگے۔ کہ شہدا کو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قبور میں زندہ کرتا ہے۔ یعنی انکے بدن کے کسی جزو میں روح ہوتی ہے۔ اور جسکی بدولت تمام بدن لذت اور نعیم کو محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ دنیا میں کسی بدن کے حصہ میں حرارت یا برودت ہوتی ہے۔ تو تمام بدن محسوس کرتا ہے۔ اور بعض نے لکھا ہے۔ کہ اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ شہدائے اپنی قبور میں بوسیدہ نہ ہونے پائینگے۔ اور انکے اعضاء اور بند ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ اور وہ قبروں میں زندوں کیطرح رہینگے۔ اور ابوحیان علیہ الرحمتہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ لوگوں نے اس حیات میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ اس سے مراد حیات روح کی ہے۔ نہ کہ بدن کی۔ کیونکہ ہر روز مشاہدہ میں آتا ہے۔ کہ بدن فنا ہو جاتا ہے۔ اور بعض نے لکھا ہے۔ کہ شہید کا جسم اور روح دونو زندہ رہتے ہیں۔ اور ہم ناقص الفہم انکا مشاہدہ کرنیسے معذور ہیں۔ ہم انکو مردہ دیکھتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ زندہ ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ **وتری الجبال الآیۃ** یعنی اے پیغمبر صلعم تو پہاڑونکو دیکھیگا۔ کہ وہ ٹھوس اور جامد ہیں۔ درحالیکہ وہ بادل کیطرح چلتے ہونگے۔ اور اسی طرح ہم سوتے آدمی کو اپنی جگہ پر پڑا دیکھتے ہیں۔ درحالیکہ وہ عالم رویائے میں کبھی لطف اٹھاتا ہے۔ اور کبھی رنج محسوس کرتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساتھ ہی فرمایا ہے۔ کہ وہ احیا ہیں **لکن لا تشعرون**۔ مگر تم نہیں سمجھ سکتے۔ اور اس سے مومنین کو ایک طرح تنبیہہ کا خطاب ہے۔ کہ وہ مشاہدہ اور قوت مدرکہ سے اس حیات کا ادراک نہیں پاسکتے۔ اور اسی وجہ سے شہید کو دوسروں سے تمیز دیگئی ہے۔ اور اگر مراد صرف روح کی حیات کی ہوتی۔ تو اس میں کوئی خاص تمیز اور فرق نہ ہوتا۔ کیونکہ روح کو فنا نہیں۔ اور اگر وہ حیات شہدا کی اس قسم کی ہوتی۔ کہ ہم اسکا مشاہدہ یا ادراک پاسکتے۔ تو **ولکن لا تشعرون** کے فرمانیکی ضرورت نہ ہوتی۔ بعض اولیائے کرام کو خداوند کریم اسکا بھی مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ اور انکی گواہی کافی ہے۔

چنانچہ **سہیلی** نے **دلائل النبوۃ** میں بعض صحابہ سے منقول ہے۔ کہ ایک مکان کو کھودا گیا تو اس میں ایک طاق ظاہر ہوا۔ کیا دیکھا۔ کہ اس میں ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اور اسکے آگے قرآن مجید رکھا ہے جسکی وہ

تلاوت میں مصروف ہے۔ اور اسکے سامنے سبز باغ ہے۔ اور یہ نظارہ احد میں دیکھا گیا۔ اور قرائن سے
ایسا معلوم ہوا۔ کہ وہ شخص شہدائے احد میں سے ہے۔ کیونکہ اسکے چہرے پر زخم کا نشان تھا۔ ابو حیان سے
بھی اسیطرح وارد ہوا ہے۔ اور کتاب روض الریاحین میں بعض صالحین سے یافعی نے جو روایت کی
ہے۔ وہ بھی اس حکایت کے مشابہ ہے۔ کہ میں نے ایک قبر کھودی۔ اور اس میں لحد کھودی۔ مگر جب لحد کو برابر
کرنے لگا۔ تو ایک طرف سے مٹی گری۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک بزرگ قبر میں بیٹھے ہیں۔ اور کپڑے
سفید ہیں۔ اور وہ ملتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اسکے آگے ایک قرآن مجید سنہری ہے جو آب زر سے لکھا
ہوا ہے۔ اور وہ شیخ تلاوت میں مصروف ہے۔ اتنے میں اس نے سر اٹھایا۔ اور بولا۔ اَقَامَتِ الْقِیَامَةُ
رَحِمَكَ اللّٰهُ ؟ کیا قیامت قائم ہوئی ہے۔ خدا تجپر رحم کرے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ اسپر اس بزرگ نے
کہا۔ کہ اچھا مٹی کو درست کردے۔ یا اینٹوں کو اپنی جگہ پر لگا دے۔ خدا تجھکو بخشدیوے۔ بس میں نے
اینٹوں کو درست کر دیا۔ اور یافعی سے مروی ہے۔ کہ معتبر اور ثقہ گورکنوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ایکدفعہ
وہ قبر کھود رہے تھے۔ تو دیکھا کہ ایک بزرگ تخت پہ بیٹھے ہوئے قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور نیچے ایک
نہر جاری ہے۔ یہ حال دیکھکر گورکن کو غشی طاری ہوئی۔ اور اسے قبر سے نکالا گیا۔ اور کسی کو نہ معلوم
ہوا۔ کہ اسے کیا ہوا ہے۔ تیسرے دن اس کو ہوش آیا۔

پڑھو قرآن مجید میں۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ جان لو۔ کہ
بیشک جو خدا کے دوست ہیں۔ انپر مکاید اور شداید پہنچنے کا کوئی خوف نہیں۔ اور نہ وہ (مطالب اور
مقاصد کے فوت ہونیسے) غمناک ہونگے۔ عین المعانی میں لکھا ہے۔ کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں۔ جنکی ملاقات سے
خدا یاد آجائے۔ اور بحر الحقائق میں لکھا ہے۔ کہ اولیاء اللہ سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو اپنے نفس کے دشمن
ہوں۔ یعنی خدا کی محبت میں نفس کشی کریں۔ اور کشف الاسرار میں اولیاء کی صفت یہ لکھی ہے کہ وہ لوگ
عنوان شریعت اور برہان حقیقت ہیں انکا ظاہر تو احکام شرع سے آراستہ ہے اور انکا باطن انوار فقر سے پیراستہ

رخش زہیدان ازل تاختہ — گوئے زچوگان ابد باختہ
معتکفان حرم کبریا — شستہ دل از صورت کبر و ریا
راہ نوردان شکستہ قدم — راز کشایان فروبستہ دم

اور بعضوں نے کہا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو خدا کیواسطے باہم دوستی کریں اور ان لوگونکو

سخت مقاموں میں کچھ خوف نہیں۔ اور روز قیامت کے ہونوں سے غمناک نہ ہونگے اور بعض کے نزدیک
پرہیزگار مسلمان اولیا ہیں۔ اس دلیل سے کہ حق تعالیٰ انکی صفت میں فرماتا ہے۔ الذین امنوا و
کانوا یتقون۔ اولیا، وہ لوگ ہیں۔ جو ایمان لائے۔ اس چیز کا کہ خدا کے پاس سے آئی۔ اور وہ پرہیزگاری
کرتے ہیں۔ اُس چیز سے جو خدا نے حرام کی۔ لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ انکے واسطے
دنیا اور آخرت کی خوشخبری ہے۔ یعنی دنیا کی خوشخبری یہ ہے کہ رسول صلعم کی زبانی انکے باب میں گذری
اور گروہ کا یہ قول ہے۔ کہ دنیا کی بشارت اچھے اور راست خواب ہیں جو مسلمان اپنے حق میں دیکھیں۔
یا کسی اور مسلمان کے حق میں دیکھیں۔ اور ایسے خوابوں کو مبشرات کہتے ہیں۔ یا مرتے وقت انکو ملائکہ سے
جو خوشخبری ملتی ہے۔ اسی سے مطلب ہے۔ اور تبیان میں لکھا ہے۔ کہ خوشخبری یہ ہے۔ کہ مسلمان اپنی
جگہ بہشت میں مرنے سے پہلے دیکھ لیتے ہیں۔ اور مدارک میں لکھا ہے۔ کہ خوشخبری سے مراد اُن مسلمانوں
کے ساتھ لوگوں کی محبت اور انکی نیکنامی ہے۔ اور آخرت کی خوشخبری یہ ہے۔ کہ ملائکہ اُنپر سلام کہینگے۔
سلمی رحمتہ اللہ نے لکھا ہے۔ کہ دیدار آلہی کا وعدہ دنیا میں خوشخبری ہے۔ اور وعدہ وفا ہونا آخرت میں
خوشخبری ہے۔ اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے کہا ہے۔ کہ ولی کو دو بشارتیں ہیں۔ دنیا میں معرفت
اور عقبے میں سرافرازی کا خلعت یہاں مجاہدہ کا سرور وہاں مشاہدہ کا نور یہاں صفا اور وفا وہاں
رضا اور لقا۔ شعر۔ از نعمت این جہاں شناے تو بس است ✤ در دولت آن جہاں لقاے تو بس است۔
اس تمام تفسیر کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اولیاء اللہ برگزیدہ بندگان خدا کے ہیں۔ یہانتک کہ مفسرین نے مختلف
صورتوں میں انکے جمال اور کمال کا نقشہ کھینچا ہے۔ ہمارے ان بہائیوں پر افسوس ہے۔ جو ان بزرگان کی
توہین اور گلہ شکوہ کرکے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔ ایک اور جگہ کلام پاک میں پڑہو۔
ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون۔ یہ آیت شریف سورۂ مائدہ
اٹھویں رکوع میں ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ جو اللہ اور اسکے رسول اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے (مہاجر انصار
اولیائے کرام) محبت رکہے۔ پس تحقیق لشکر خدا کا وہی غالب ہیں۔
خیال کیجیے۔ کہ بعض لوگ اولیائے اللہ کے دشمن ہیں۔ اور یہ شعر پڑہتے ہیں۔ شعر
ڈاکو اگر ہیں پیر تو ہیں چور مولوی ✤ خدا امان دیوے۔ قرآن شریف تو ہم کو ایک ہی سلسلہ میں اپنی
اپنے رسول اور اولیاء کرام کی محبت کا وعظ کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم ان خدا کے پیاروں سے الفت نکریں

اور ان کی طرح نیکی کی طرف رجوع نہ کریں۔ بلکہ سب وشتم سے پیش آئیں۔ استغفر اللہ پڑھو کلام پاک میں
یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم
تفلحون + اے وہ جو ایمان لائے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ اور اسکے ملنے کا وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اسکی تلاش
میں کوشش کرو۔ نماز۔ روزہ پر تم قایم ہو جاؤ۔ تا کہ تم فلاح پاؤ۔

قیامت کے دن اولیاء اللہ بھی شفاعت کرینگے

ہم نے فصل اول میں جو شفاعت کا مختصر سا ثبوت قرآن مجید سے لکھا تھا۔ اس سے یہ امر واضح طور پر معلوم
ہو گیا تھا۔ کہ قیامت کے روز خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے انبیاء علیہم السلام کے سوا فرشتوں اور دیگر
برگزیدہ بندگان کو بھی شفاعت کی سعادت عطا کریگا۔ اب ہم احادیث شریف میں اس مسئلہ کی تلاش کیجاتی ہے
عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال شفاعتی لاھل الکبائر من امتی رواہ الترمذی وابوداؤد
ورواہ ابن ماجہ عن جابر۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میری شفاعت امت کے
اہل کبائر کیواسطے ہوگی۔ روایت کیا اسے ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہ نے جابرؓ سے یہی روایت کی ہے
شارحین نے لکھا ہے۔ کہ صغائر کی معافی تو وضو اور نماز سے روزانہ ہو جاتی ہے۔ اور شفاعت مغفرت
ذنوب کیلئے ہوگی۔ لیکن ترقی درجات کے لئے تمام اولیاء اور صلحاء کے لئے بھی ہوگی۔
عن عبد اللہ بن ابی الجدعا قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یدخل الجنۃ
بشفاعۃ رجل من امتی اکثر من بنی تمیم رواہ الترمذی والدارمی وابن ماجہ۔
آپ نے فرمایا۔ کہ میری امت میں ایک شخص کی شفاعت سے بنی تمیم (ایک کثیر التعداد قبیلہ کا نام ہے) سے بھی
زیادہ لوگ بہشت میں داخل کئے جائینگے۔ روایت کیا اسے ترمذی اور دارمی اور ابن ماجہ نے۔ ہمیں اس
وقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کونسا باکمال شخص ہے جسکی طفیل اسقدر بندگان خدا کا بھلا ہوگا۔
اگرچہ محدثین نے دو تین آدمیوں کے نام لئے ہیں۔
وعن ابی سعید ان رسول اللہ صلعم قال ان من امتی من یشفع للفئام ومنھم من یشفع
للقبیلۃ ومنھم من یشفع للعصبۃ ومنھم من یشفع للرجل حتی یدخلوا الجنۃ رواہ الترمذی۔
ابو سعید سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میری امت سے بعض ایسے شخص ہونگے۔ جو ایک جماعت کی شفاعت کرینگے

اور بعض ایک قبیلہ کی اور بعض عصبہ کی (دس سے چالیس تک) اور بعض ایسے ہونگے۔ جو ایک آدمی کی شفاعت کرینگے یہاں تک کہ تمام امت بہشت میں داخل ہوگی۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصف اھل النار فیمر بھم الرجل من اھل الجنۃ فیقول الرجل منھم یا فلان اما تعرفنی انا الذی سقیتک شربۃ وقال بعضھم انا الذی وھبت لک وضوءً فیشفع لہ فیدخلہ الجنۃ رواہ ابن ماجہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جب اہل دوزخ صف باندھ کر کھڑے ہونگے۔ تو بہشتی لوگوں میں سے کوئی انکے پاس سے گذریگا۔ تو دوزخیوں میں سے ایک شخص کہے گا۔ اے فلاں آدمی کیا تو مجھے پہچانتا ہے میں وہ ہوں جسنے تمہیں ایکدن پانی پلایا تھا۔ اور دوسرا بولیگا۔ میں وہ ہوں جسنے تجھے وضو کرایا تھا پس وہ بہشتی انکا احسان یاد کرکے بارگاہ الٰہی میں شفاعت کریگا۔ اور انکو خداوند کریم کے فضل سے بہشت میں داخل کرائیگا۔ روایت کیا اسے ابن ماجہ نے۔

اب غور طلب یہ بات ہے۔ کہ یہ تو معمولی بہشتی ہونگے۔ جو اولیا ہی کامل ہیں۔ انکے توسل سے خداوند کریم کسقدر مخلوق اپنے فیض کے سایہ میں امان دیگا۔ وعن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء۔ رواہ ابن ماجہ۔ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کرینگے۔ انبیاء۔ علماء۔ پھر شہداء۔ روایت کیا ہے اسکو ابن ماجہ نے۔

علماء سے مراد عالم باعمل جو پیغمبر کے نائب ہیں۔ خداوند کریم سب مسلمانوں کو اپنے پیارے رسول کی طفیل آتش دوزخ سے امان دیوے۔ شفاعت کے متعلق ہم نے مختصراً چند احادیث لکھی ہیں۔ اگر زیادہ دیکھنے کا شوق ہو تو کتاب بدور السافرہ فی الامور الآخرہ جو علامہ جلال الدین سیوطی رح کی تالیفات سے ہے۔ مطالعہ کرے۔ اس میں یہ تذکرہ صفحہ ۱۵۹ پر ہے۔ فافہم وتدبر۔

کرامات اولیا کا ثبوت حدیث شریف سے

قرآن مجید میں جو اولیاء اللہ کی تعریف کی گئی ہے۔ اسکا مختصر سا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔ اب احادیث نبویہ سے بھی اسکا ثبوت دیا جاتا ہے۔ واضح رہے۔ کہ احادیث کی کتابوں میں اولیاء اللہ کے بہت سے مناقب بیان کئے گئے ہیں مشکوٰۃ شریف میں جو جملہ کتب کا عرق ہے۔ ایک علیحدہ باب کرامات اولیاء کا موجود ہے۔ اور جب

پہلے ہم اسی کو لکھتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ط۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

عن انس ان اسید بن حضیر وعباد بن
بشر تحدثا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی حاجۃ لھما حتی ذھب من اللیل ساعۃ
فی لیلۃ شدیدۃ الظلمۃ ثم خرجا من
عند رسول اللہ صلعم ینقلبان وبید کل
واحد منھما عصیۃ فاضاءت عصا احدھما
لھما حتی مشیا فی ضوءھا حتی اذا افترقت
بھما الطریق اضاءت للآخر عصاہ فمشی
کل واحد منھما فی ضوء عصاہ حتی بلغ
اھلہ رواہ البخاری۔

بخاری میں انس سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن
بشر اپنے کسی مقصد کیواسطے آنحضرت صلعم سے باتیں کر رہے تھے
رات نہایت اندھیری تھی اور ایک ساعت گذر گئی۔ دونوں بزرگوا
رخصت ہوئے۔ اور گھر کو روانہ ہوئے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی
تھی۔ خدا کی قدرت سے ایک لاٹھی روشن ہوگئی۔ اور وہ دونوں اسکی
روشنی میں چلے گئے۔ جب راستہ ختم ہوا۔ اور دونوں کو
اپنے گھروں کی طرف جانے کے لئے ایکدوسرے سے جدا
ہونا پڑا۔ تو دونوں کی لاٹھیاں روشن تھیں۔
اور ہر ایک اپنے گھر میں آرام سے پہنچ گیا۔

وعن جابر قال لما حضر احد دعانی ابی
من اللیل فقال ما اُرانی الا مقتولاً فی
اول من یقتل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وان علیّ دیناً فاقض واستوص باخوانک
خیراً فاصبحنا فکان اول قتیل ودفنتہ مع
آخر فی قبر۔ رواہ البخاری۔ المختصر

بخاری میں حضرت جابر سے روایت ہے۔ کہ جب جنگ احد
در پیش آئی تو مجھے باپ نے رات کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ مجھے
ایسا نظر آتا ہے۔ کہ اصحاب رسول صلعم میں سب سے پہلے میں
میں شہید ہونگا۔ اور تحقیق مجھ پر قرض ہے اور میری وصیت ہے
کہ اسے ادا کرو۔ اور اپنی بہنوں سے نیکی کرنا۔ پس جب صبح ہوئی تو سب سے
پہلے میرے والد ہی شہید ہوئے۔ اور میں نے انکو ایک اور صحابی کیساتھ ایک ہی قبر میں دفن

وعن عبد الرحمن بن ابی بکرۃ قال ان
اصحاب الصفۃ کانوا اناساً فقراء وان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان
عندہ طعام اثنین فلیذھب بثالث
ومن کان عندہ طعام اربعۃ فلیذھب
بخامس اوسادس وان ابابکر جاء

بخاری اور مسلم میں حضرت عبد الرحمن بن ابی بک
سے روایت ہے۔ کہ اصحاب صفہ (انکی قرآن مجید میں بھی
تعریف کیگئی ہے) فقیر لوگ تھے۔ سوائے عبادت کے ان
کوئی کام نہ تھا۔ حضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ جس شخص کے
گھر میں دو شخصوں کا کھانا پکا ہو۔ وہ تیسرے کو لیجا
اور جسکے گھر میں چار آدمیوں کا کھانا پکا ہو۔ پس پانچ

بثلثة وانطلق النبی صلعم بعشرة و
ان ابابکر تعشی عند النبی صلعم
ثم لبث حتی صلیت العشاء ثم رجع فلبث
حتی تعشی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فجاء
بعد ما مضی من اللیل ما شاء اللہ قالت
لہ امراتہ ما حبسک عن اضیافک قال
او ما عشیتہم قالت ابوا حتی تجیئ فغضب
وقال واللہ لا اطعمہ ابدا فحلفت
المراۃ ان لا تطعمہ وحلف الاضیاف
ان لا یطعموہ قال ابوبکر کان
ھذا من الشیطان فدعا بالطعام
فاکل واکلوا فجعلوا لا یرفعون لقمة
الا ربت من اسفلہا اکثر منہا فقال
لامراتہ یا اخت بنی فراس ما ھذا
قالت وقرة عینی انہا الان
لاکثر منہا قبل ذلک
بثلث مرار فاکلوا وبعث
بہا الی النبی صلی اللہ
فذکر انہ اکل
منہا متفق
علیہ
وعن ابن المنکدر ان سفینة مولی
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

یا چھ ان درویشوں کو لے جاوے۔ حضرت صدیق تین
آدمیوں کو لیگئے۔ اور حضرت صلعم دس آدمیوں کو لیگئے تھے
حضرت صدیقؓ نے شام آنحضرت کے پاس کی۔ اور
ان کی خدمت میں ٹھیرے رہے یہاں تک کہ عشا کی
نماز ہوئی۔ اور بعدہ صدیق اکبر پھرے۔ اور ٹھیرے
رہے۔ کہ آنحضرت نے عشا کا کھانا کھایا۔ اور بہت
رات گذری حضرت صدیق گھر پہنچے۔ اہل پردہ نے
پوچھا۔ تمہارے اسقدر رات گئی آنیکا کیا سبب ہے
اور مہمانوں کی خدمت سے باز رہے۔ آپ نے خفا ہو کر
پوچھا۔ کہ کیا انہوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا یا تونے نہیں
کھلایا۔ بیوی بولی۔ کہ مہمانوں نے کہا ہے۔ کہ جب تک وہ نہ آئینگے
ہم نہ کھائینگے۔ حضرت صدیق بولے۔ واللہ کہ میں ہرگز کھانا
نہ کھاؤنگا۔ بیوی نے بھی ایسا ہی کہا اور مہمانوں نے بھی ایسا
ہی کہا۔ اسپر صدیق اکبر نے فرمایا۔ کہ او ہو یہ تمام وسوسہ
شیطان نے ڈالا۔ پس کھانا منگایا۔ اور سب کھانے
لگے۔ اور خدا کی قدرت کہ جو لقمہ اٹھاتے تھے۔ اسکی جگہ پھر
پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتی تھی صدیق اکبر خداوند کریم کی یہ قدرت دیکھ
کر بولے اے قبیلہ بنی فراس کی بہن۔ یہ کیا معاملہ ہے آپ نے جواب دیا
سرتاج من یہ کھانا تو پہلے سے چند زیادہ ہو گیا ہے۔ پس سب نے
کھایا۔ اور حضرت صدیق نے حضرت رسول کریم کی خدمت
میں بھی طعام بھیجا۔ روایت ہے کہ آپ نے بھی نوش فرمایا متفق علیہ
ابن منکدر سے روایت ہے۔ کہ سفینہ نام حضرت
کا ایک غلام آزاد تھا۔ کہ وہ اتفاقاً روم کے ملک میں

اخطأ الجیش بارض الروم او اُسر
فانطلق هاربًا یلتمس الجیش فاذا هو
بالاسد فقال یا ابا الحارث انا مولی
رسول الله صلی الله علیه وسلم کان من
امری کیت وکیت فاقبل الاسد له بصبصة
حتی قام الی جنبه کلما سمع صوتًا
اهوی الیه ثم اقبل یمشی
الی جنبه حتی بلغ الجیش
ثم رجع الاسد رواه
فی شرح السنّة

وعن ابی خلدة قال له
ابو عالیه ان انس
کان له بستان یحمل
فی کل سنة الفاکهة
مرتین وکان فیها
ریحان یجیئ منه
ریح المسک
رواه الترمذی
وقال هذا
حدیث حسن
غریب
المختصر

راستہ بھولگیا۔ یا انکہ وہ قید ہوگیا۔ اور بھاگا۔
اور اپنے لشکر کی تلاش میں تھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ
ایک شیر سامنے سے آرہا ہے۔ پہلے تو ڈرا۔ مگر دل مضبوط
کرکے بولا۔ کہ ابا حارث (شیر کی کنیت ہے) میں
نوکر ہوں۔ رسول اللہ صلعم کا۔ فلاں فلاں امر کے
واسطے میں ادہر تہا۔ شیر یہ سنکر دم ہلاتا ہوا ساتھ
ہوا۔ اور جب کوئی آواز سنتا۔ تو قریب آجاتا۔
ورنہ پہلو میں آرہا تھا۔ گویا شیر رہنمائی کررہا تھا۔
یہانتک کہ سفینہ اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔ یہ حدیث
شرح السنہ میں موجود ہے۔

جامع ترمذی میں ابو خلدہ سے روایت ہے کہ انسے
ابو عالیہ نے کہا۔ کہ حضرت انس صحابی جنے دس سال
آپکی خدمت کی تہی۔ اسکا ایک باغ تھا۔ جو سال
میں دو دفعہ پہل دیتا تہا۔ اور اس باغ میں ایسے
پھول بہی تہے۔ کہ مشک کی بو انسے آتی تہی۔ یہ
حدیث حسن غریب ہے۔ واضح ہو۔ کہ حضرت انس رض
کے واسطے آنحضرت صلعم نے خاص دعا کی تہی۔
یہ ایک سو تین برس کی عمر پاکر فوت ہوئے۔ اور انکی
اولاد تہتر مرد اور ستائیس عورتیں تہیں۔ یعنی ایک
سو نفر انکی اولاد ہوئی۔ اور باغ کا دو بار پہلنا
بہی انکی کرامات میں داخل ہے۔ (اس حدیث
کا اختصار کردیا گیا ہے۔)

عن عروة بن الزبير ان سعيد
بن زيد بن عمرو بن نفيل خاصمته
اروى بنت اوس الى مروان بن الحكم
وادعت انه اخذ شيئا من ارضها
فقال سعيد انا كنت اخذ من ارضها
شيئا بعد الذى سمعت من رسول
الله صلعم قال ماذا سمعت من
رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال سمعت رسول الله صلعم
يقول من اخذ شبرا من
الارض ظلما طوقه الله الى
سبع ارضين فقال له مروان
لا اسئلك بينة بعد هذا فقال سعيد
اللهم ان كانت كاذبة فاعم
بصرها واقتلها فى ارضها
قال فماتت حتى ذهب بصرها
وبينا هى تمشى فى ارضها اذ وقعت
فى حفرة فماتت متفق عليه
وفى رواية لمسلم عن محمد بن زيد بن عبد الله
بن عمر بمعناه وانه رآها عمياء
تلتمس الجدر تقول اصابتنى دعوة سعيد
وانها مرت على بئر فى الدار التى خاصمته
فيها فوقعت فيها فكانت قبرها - ط

بخاری اور مسلم میں عروہ بن زبیر سے روایت ہے
کہ اروی بنت اوس حاکم وقت مروان بن حکم کے
پاس جو امیر معاویہ رض کیطرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔
شکایت لے گئی۔ کہ سعید بن زید نے (یہ بزرگ عشرہ
مبشرین میں سے ہیں) میری زمین غصب کر کے لے
لی ہے۔ حضرت سعید نے کہا سخت افسوس ہے۔ کہ میں نے
پیغمبر صلعم سے یہ سنا ہو۔ کہ جو کوئی شخص کسی دوسرے
شخص کی بالشت بھر زمین غصب کریگا۔ تو اللہ تعالے
اسے سات زمینوں تک کا طوق پہنائیگا۔ مروان بولے
کہ واقعی تمہاری بات کا یقین ہے۔ اور مجھے گواہ لینے
کی بھی ضرورت نہیں۔ اسپر سعید نے یہ کہا۔ کہ یا الٰہی
اگر یہ عورت جھوٹی ہے۔ تو اسے نابینا کر دے اور
اسکو اسی زمین میں مار۔ راوی کہتا ہے۔ کہ یہ عورت
اندھی ہو گئی۔ اور ایکدن چلتی تھی۔ کہ اسی زمین
کے ایک گڑھے میں گر پڑی۔ اور مر گئی۔ متفق علیہ
اور صحیح مسلم میں ایک روایت ہے محمد بن زید بن عبد اللہ
بن عمر رض سے جسکا معنی مطلب وہی ہے۔ جو اوپر
بیان ہوا۔ اور اسی محمد بن زید نے اس عورت کو
دیکھا تھا۔ کہ دیوار کو ٹٹولتی ہوئی کہتی تھی۔ کہ مجھے
سعید کی بددعا سے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا اور
وہ اس متنازعہ زمین کے کوئیں میں سے گذری
اور اسمیں گر پڑی۔ اور وہی اس کی
قبر بنی۔

حضرت امیر عمر کا واقعہ یاسارِیَ الجبل کتب تواریخ وحدیث میں خصوصیت کیساتھ مشہور ہے۔ اس واقعہ کو ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کرتے ہیں۔ کہ ایکدفعہ آپ یعنی امیر عمر رضؓ فاروق صاحب مسجد مدینہ میں کہ اکابر صحابہ مثل حضرت عثمانؓ وحضرت علی رضؓ بھی موجود تھے۔ خطبہ پڑھتے تھے۔ اور کئی دن پہلے آپنے ایک مہم نہاوند کو بھیجی تھی۔ جسکا سردار ساریہ تھا۔ خطبہ کی حالت میں آپنے پکار کر کہا۔ یا ساریَ الجبل۔ یعنی اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑ۔ پس کئی دن کے بعد قاصد آیا۔ اور جنگ کا واقعہ آکر بیان کیا۔ کہ امیر المومنین! دشمن کا ہم پر غلبہ تھا۔ اور وہ ہمکو شکست دے چکے تھے۔ کہ اتنے میں ہمکو ایک آواز سنائی دی۔ یاساریَ الجبل یہ آواز سنکر ہم پہاڑ کیطرف پلٹے۔ اور اسکو اپنی پشت پر کرکے یکبارگی حملہ کیا۔ اور فتح حاصل ہوئی۔ رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ۔

شمس العلما مولانا شبلی سلمہ ربہ جو اسوقت ہندوستان کے بڑے پایہ کے مصنف اور مورخ ہیں انہوں نے بھی اس واقعہ کو الفاروق میں نقل کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضؓ کی یہ کرامات کھلے طور پر بیان فرمائی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کا مترجم امرتسری جو غیر مقلد ہونیکی وجہ سے امام اعظم رح پر سخت سے سخت کلمات کہنے سے باز نہیں آیا۔ اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتا ہے۔ کہ اس میں کئی کرامتیں ہیں۔ اول نظر آنا گھمسان کا مدینہ میں۔ دوم پہنچنا انکی آواز کا وہاں۔ سوم انکی آواز کا وہاں ہر ایک کا سننا۔ چہارم فوج کا فتحیاب ہونا۔ فافہم وتدبر۔

سالِ فتق کا واقعہ بھی عرب میں خصوصیت سے مشہور ہے اور یہ نام صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس واقعہ کو تاریخی اہمیت دیگئی ہے۔ اسکی کیفیت ہم مشکوٰۃ شریف سے نقل کرتے ہیں۔

عن ابی الجوزا قال قحط اھل المدینۃ قحطاً شدیداً فشکوا الی عایشۃ فقالت انظروا قبر النبی صلعم فاجعلوا منہ کوًی الی السماء حتی لایکون بینہ وبین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطراً حتی نبت العشب وسمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق رواہ الدارمی۔ یعنی ابو الجوزا سے روایت ہے کہ ایکدفعہ مدینہ عالیہ میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضؓ کے پاس جاکر دعا طلب کی آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ قبر رسول اللہ کی دیکھو۔ اور چھت میں کئی روشن دان ایسے لگاؤ۔ کہ آسمان اور تربت منورہ کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے۔ پس لوگوں نے ایسا کیا۔ اور خوب بارش ہوئی۔ اور گھاس اس قدر اگی۔ کہ مولشی بہت موٹے ہوئے۔ حتی کہ چربی کے بڑھ جانے سے بعض پھٹ گئے۔ چنانچہ اس سال کا نام سال فتق

قرار پایا۔ فتق کے معنے پہولنے اور پہٹ جانے کے ہیں۔ اب اگر غور کیا جاوے۔ تو اس سے حضرت بی بی صاحبہ کی اعلےٰ درجہ کی کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ کسطرح آپ کو عالم کشف سے معلوم ہوگیا۔ کہ یہ عمل کیا جاوے۔ تو خداوند کریم باران رحمت بھیجدیگا +

واقعہ حرہ کا ہی کتب تواریخ میں مذکور ہے اور احادیث کی کتابوں میں بھی اسکا تذکرہ موجود ہے یہ وہ واقعہ ہے۔ کہ یزید کے وقت میں اہل شام نے مدینہ منورہ پر چڑہائی کی۔ اور اہل مدینہ کو تاخت اور تاراج کیا۔ اور بہت کچھ ہتک کی۔ یہ واقعہ سنہ ۶۳ھ کا ہے۔ اور اسکی نسبت حضرت رسولکریم صلعم نے خاص پیشگوئی فرمائی تہی۔ اس واقعہ میں مسجد نبوی میں تین دن اذان نہ دیگئی۔ سعید بن المسیب کو حجرہ منورہ سے آواز سنائی دیتی تہی۔ جبکہ وقت آذان کا ہوتا تہا۔ یہ بزرگ مسجد ہی میں رہے اور باہر نہ نکلے۔ اس سے حضرت سعید بن المسیب کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کہ وہ آواز آذان واقامت کی حجرہ مبارک سے سنتے۔ اور اسوقت نماز کی ابتدا کرتے۔

ایسے واقعات سینکڑوں اور ہزاروں ملسکتے ہیں۔ اس گئے گذرے زمانہ میں بہی بہت سے باکمال موجود ہیں۔ جنکو خداوند کریم اپنی مہربانی سے عجیب طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے۔ اور خصوصًا طالب حق کیواسطے یہ دلیل معمولی بات نہیں ہے۔ کہ احادیث کی کتابوں میں کرامت اولیا کا علیحدہ باب ہے اور آنحضرت کے اصحاب کرام تابعین اور تبع تابعین کے اس قدر مناقب ہیں۔ کہ ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ ہے۔ اور یہی نہیں۔ کہ ایک حدیث ہی انکی تعریف میں ہے۔ بلکہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم عشرہ مبشرین۔ اہلبیت وغیرہ کے مناقب علیحدہ علیحدہ فصلوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ خیال تو کیجیے۔ کہ بعض تابعین کے نام آنحضرت صلعم پیشینگوئی کے طور پر فرما گئے۔ مثلاً حضرت اویسؓ قرنی کا ذکر کیسی معتبر حدیث ہے۔ کہ آپنے فرمایا۔ یمن میں ایک شخص صاحب کمال ہے۔ اگر تم اسکی ملاقات کرو۔ تو اسکو واسطے کہو۔ کہ وہ استغفار پڑہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور علی کرم اللہ وجہہ کا جانا ثابت ہے۔ اور حضرت امیر عمرؓ نے اپنے واسطے دعائے مغفرت طلب کی۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے۔ کہ تابعی کا درجہ اصحابی سے زیادہ ہے۔ مگر اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ آپکے اصحاب کو کسقدر محبت تہی۔ کہ احکام اور فرمان اور ارشاد آپ کے بجالائیں۔ اور مسلمانوں کو آپس میں باکدیگر کے واسطے استغفار پڑہنا اچھا ہے۔ جیسا کہ چند سالوں تک جناب کا ذکر ہے۔ کہ جناب مرزا صاحب قادیانی سے جو سنجیت و مہدیت کا دعا کرتے تہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب

والی چاچڑاں شریف کو ایک خط میں کچھ لکھا۔ آپ نے تحریر فرمایا۔ کہ میں آپکے واسطے مغفرت کی دعا طلب کرتا ہوں۔ اور آپ میرے واسطے مغفرت کی دعا طلب فرماوین۔ اب میں شفاعت اولیاء اللہ کا مختصر سا تذکرہ کرکے کتب احادیث و آثار سے اہل اللہ کی وفات اور وفات کے بعد انکے روح کے قیام علم وغیرہ کا حال لکھونگا۔ اگرچہ کرامات کا باب اس سے بھی زیادہ مفصل لکھنا ضروری تھا۔ مگر مجھے شروع سے یہ فکر ہے کہ یہ رسالہ مختصر ہی رہے۔ کیونکہ ضخیم کتاب کو لوگ بہت ہی کم خرید کرتے ہیں۔ چھوٹا سا رسالہ سب کی نظر سے گذریگا۔

موت کی ماہیت۔ تمنا اور کیفیت

خداوند کریم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ یعنی موت و حیات کا سلسلہ اسواسطے قائم کیا گیا ہے۔ تاکہ اس امر کی آزمائش ہو سکے۔ کہ کون شخص اچھے عملوں والا ہے۔ اور کس کے عمل برے ہیں۔ حکما نے لکھا ہے۔ کہ اگر دنیا میں موت نہ ہوتی۔ تو انسان دریاوں اور کوؤں میں ڈوب جاتے۔ اور درختوں سے گر گر کر جان دینے کی کوشش کرتے۔ لکھا ہے۔ کہ سکندر اعظم رومی نے اپنی ماں کو وصیت کی تہی۔ کہ میرے مرنیکے بعد تو چاول پکانا۔ اور کسی ایسے شخص کے گھر جاکر دینا جسکو کبھی غم دیکھنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ یا جسکے گھر سے کوئی میت نہ نکلی ہو۔ سکندر اعظم کی والدہ نے اپنے نامور بیٹے کی وصیت بجالائی۔ اور تمام شہر میں دریافت کیا۔ مگر اسے ایسا شخص نہ مل سکا۔ اس سے وہ سمجھ گئی۔ کہ میرے بیٹے کی اس وصیت کا اصلی مطلب یہ تھا۔ کہ میں اسکی وفات پر جزع فزع نہ کروں۔ کیونکہ موت ایک ایسا قانون قدرت ہے۔ جسپر کسی کی پیش نہیں جاتی۔ عربی میں **یقین** موت کو کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ بہت مقام پر اس معنی میں وارد ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ موت ایک ایسا اہم اور لابدی واقعہ ہے کہ اسکے آنے میں قوی یقین اور پورا اطمینان ہے۔ یہ پیغام ہر کہ و مہ کو پہنچتا ہے۔ وہ اولوالعزم پیغمبر جنکے بندے تم۔ اور جن پر اسقدر خداوند کریم کی مہربانی تہی۔ کہ جسکا شمار نہیں ہو سکتا۔ اس قانون سے نہ بچ سکے۔ حضرت احمد مصطفے روحی ابی و امی فداہ لولاک کا تمغہ لیکر تشریف لائے تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے۔ تو کسی کی کیا مجال ہے کہ زندہ رہ سکے۔ اگر زندہ رہے بھی تو آخر فنا ہے۔ گویا اگر کسی بات پر پورا یقین ہے۔ تو وہ موت ہے۔ انگریزی میں ایک مثال As certain as Death مشہور ہے۔ جب کسی بات کا

کا پورا یقین ہوتا ہے۔ تو تصدیق کیلئے یہ ضرب المثل بولی جاتی ہے۔ یعنی یہ تو ایسی یقینی ہے۔ جیسے کہ موت یقینی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ موت کا پیالہ ہر ایک نے نوش کرنا ہے کسی نے دو روز پہلے اور کسی نے دو روز پیچھے۔ ؎ ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید + زجام دہر مئی کل من علیہا فان +
قرآن میں ہے۔ کل من علیہا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ط
اور بہت سے مقام پر ہے۔ لکلّ امۃ اجل فاذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون
یعنی ہر ایک امت کیواسطے اجل ہے۔ پس جب یہ وقت مقررہ آیا۔ تو ایک پل آگے ہوگا۔ نہ پیچھے۔
اب دیکھیئے۔ کہ ہم نے اور سب باتوں کا کسطرح سے بندوبست کیا ہوا ہے۔ مگر اس یقینی سفر کا کوئی توشہ نہیں تیار کرتے۔ لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا۔ کہ کوئی ایسی نصیحت کرو۔ جو سب نصیحتوں کی جامع ہو آپنے فرمایا۔ کہ موت کو یاد کرو۔ ہمارے رسولکریم صلعم نے بھی فرمایا ہے۔ اکثروا ذکر ھادم اللذات الموت یعنی موت کو جو لذات کے مٹانے اور نیست و نابود کرنیوالی چیز ہے۔ بہت یاد کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے۔
اکثروا ذکر الموت فانہ یمحص الذنوب ویزھد فی الدنیا فان ذکرتموہ عند الغناء ھدمہ
وان ذکرتموہ عند الفقر ارضاکم بعیشکم۔ یعنی موت کو بہت یاد کرو۔ کیونکہ یہ ذکر گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور اس سے دنیا کی بیزاری پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر اس کا ذکر حالت غنا میں کروگے۔ تو غرور غنا کا جاتا رہیگا۔ اور اگر حالت فقر میں کروگے۔ تو رضا اور صبر زندگی میں حاصل ہوگا۔
جاننا چاہئے۔ کہ بظاہر یہ دنیا بہت شیریں معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ غزالی میں ایک حکایت مشہور ہے۔ کہ ایک لکڑہارا جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا ہر روز لایا کرتا تھا۔ ایکدن گٹھا معمول سے بھاری تھا۔ اور موسم تکلیف دہ تھا بچارے مزدور کی گردن تھک گئی۔ اور اُسنے گٹھا زمین پر پھینک دیا۔ اور پکار کہا کہ ملک الموت آجا۔ اور مجھے اس مصیبت سے چھڑا۔ فوراً میری روح قبض کرلے۔ اتنے میں ایک شخص پاس کے درختوں میں سے جو یہ تمام واقعہ دیکھ چکا تھا۔ نکل آیا۔ اور کڑک کر بولا۔ میں ملک الموت ہوں۔ تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟ مزدور ڈر گیا۔ کہ کیا بلا میرے سر پر آئی۔ نہایت متانت سے بولا۔ کہ میں نے تو تمہیں صرف اسواسطے بلایا ہے کہ یہ لکڑیوں کا گٹھا میرے سر پر رکھنے میں مدد دو۔ اسیطرح انوار سہیلی میں ایک بڑھیا عورت کی کہانی اسی ڈھنگ کی ہے۔ جسکی اکلوتی بیٹی بیماری سے قریب المرگ تھی۔ اتفاقاً ایک بھینس گھر میں گھس آئی۔ اور ایک پتیلی میں منہ ڈالا۔ بہت کوشش کی کہ پتیلی (دیگچی) منہ سے نکلے۔ آخر اسی ہیئت کذائی سے

اس بڑھیا کی کوٹھڑی کیطرف بھاگی - جو تھوڑی دیر پہلے کہہ رہی تھی - اوا میری پیاری بیٹی مہستی!
میں تجھپر قربان - میں تجھپر وارے - ملک موت مجھ بڈھی کی روح قبض کرلے - اور تیری اٹھتی جوانی پر رحم کرے
اب جو بڑھیا نے بھینس کو آتے دیکھا سمجھی کہ میری دعا مستجاب ہوگئی - اور یہ ملک الموت ہے - فوراً پکار کر کہا -

ملک الموت من نہ مہستی ام — من یکے پیرزال محنتی ام
گر تو خواہی کہ جانش بستانی — اندر آن خانہ ہست تا دانی

لیکن جو خدا کے پیارے ہیں - وہ موت کو ہر وقت یاد رکھتے ہیں - کیونکہ انکے واسطے راحت ہے - الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر اور دوسری حدیث ہے - الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب
کہ موت ایک پل ہے - جو حبیب کو حبیب کے پاس پہنچا دیتا ہے - لکھا ہے - کہ حضرت موسیٰ کی خدمت میں عزرائیل
علیہ السلام آیا - ہیبت ناک شکل تھی - حضرت موسیٰ نے ایک مکا مارا - اسکی آنکھ پھٹ گئی - ملک الموت
نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا - کہ موسیٰ علیہ السلام نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے - اگر وہ برگزیدہ درگاہ نہ
ہوتا - تو اسکے ساتھ میں بھی پورا سلوک کرتا - بارگاہ الٰہی سے حکم ملا - کہ حضرت موسیٰ کو ہمارا سلام کہو -
اور اسے کہو - کہ وہ ایک بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے - جسقدر بال اسکے نیچے آویں - اسقدر سال اور اس دنیا
میں رہے - جب حضرت کے پاس یہ ارشاد پہنچا حضرت بولے - کہ پھر اسکے بعد کیا ہوگا - جواب ملا - کہ
موت - حضرت موسیٰ نے فرمایا - تو اب ہی بہت اچھا ہے - کہ موت قبول ہے - کیونکہ جب یہ چھوٹنے
والی چیز نہیں تو دیر کرنا چہ فایدہ دارد -
جسطرح مومن کے واسطے موت راحت اور شادمانی کا پیش خیمہ ہے - اسیطرح کافر کیواسطے موت
سزا کا وارنٹ ہے - کیونکہ موت کے آثار طاری ہونے سے ہی عذاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے - عذاب
قبر کا بیان کسی آئندہ فصل میں بیان کیا جائیگا - بالفعل موت کی فضیلت و راحت اور کیفیت کی بحث کیجاتی ہے
قال النبی صلعم - الموت اربعۃ موت العلماء وموت الاغنیاء وموت الفقراء وموت الامراء
فموت العلماء ظلمۃ فی الدین وموت الاغنیاء حسرۃ وموت الفقراء راحۃ وموت الامراء
فتنۃ حدیث شریف میں ہے - ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار
کہ اولیاء اللہ کی موت ایک مکان سے انتقال کا نام ہے حدیث شریف میں ہے ان الموت راحۃ
للمومنین دوسری حدیث ہے - موت العلماء ثلمۃ فی الدین یعنی عالم کی موت دین میں رخنہ ہے

قال النبی صلّی اللہ علیہ وسلم - اذا مات ابن اٰدم انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ الناس او ولدٍ صالحٍ یدعو اللہ - قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا غریبًا او کعابرِ سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور - قال النبی صلعم اذا مات العالم بکت السمٰوات والارض وما سکن فیہما سبعین یومًا - یعنی عالم باعمل کی موت پر آسمان اور زمین اور انکے باشندے ستر دن تک روتے ہیں - قال النبی صلعم من لم یحزن علی موت العالم فھو منافق منافق منافق -

قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناءٍ صرفٍ وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقۃ وحیلولۃ بینہما وتبدل حال وانتقال من دارٍ الی دارٍ یعنی موت عدم محض اور فنائے مطلق کا نام نہیں ہے - بلکہ روح کے بدن سے جدا ہونے اور انکے آپس میں مفارقت وجدائی کا نام ہے - اور تبدیلی حالت کا نام ہے - اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر میں انتقال کرنے کا نام ہے -

اخرج ابو الشیخ فی تفسیرہ وابو نعیم عن بلال بن سعد انہ قال فی وعظہ یا اھل الخلود و یا اھل البقاء انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للخلود والابد ولکنکم تنقلون من دارٍ الی دارٍ وھکذا اخرج الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک - عن عمر بن عبد العزیز انہ قال انما خلقتم للابد والبقاء ولکنکم تنقلون من دار الی دار - اخرج الحاکم فی المستدرک قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم تحفۃ المومن الموت - واخرج الدیلمی مثلہ واخرج الدیلمی عن حسین ابن علی ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم - قال الموت ریحان المومن - واخرج الدیلمی ایضًا عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم - الموت غنیمۃ المومن والمعصیۃ مصیبۃ والفقر راحۃ والغناء عقوبۃ والعقل ھدایۃ من اللہ تعالی والجھل ضلالۃ والظلم ندامۃ وطاعۃ قرۃ العین والبکاء من خشیۃ اللہ النجاۃ من النار والضحک ھلاک البدن والتائب من الذنب کمن لا ذنب لہ وقال صلعم اثنتان یکرھھما ابن اٰدم یکرہ الموۃ والموت خیر لہ من الفتنۃ ویکرہ قلۃ المال وقلۃ المال اقل للحساب - فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے - کہ دو چیزیں ہیں - کہ ابن آدم کو ان سے نفرت ہے - اوّل موت حالانکہ موت فتنے سے اچھی ہے - دوسرا قلت مال یہ بھی انسان کو منظور نہیں

حالانکہ تھوڑا مال حساب کیواسطے زیادہ مفید و آرام دینے والا ہے۔ وقال صلعم یحب الانسان الحیوۃ والموت خیرٌ لنفسہٖ ویحب الانسان کثرۃ المال وقلۃ المال اقل للحساب ط واخرج الشیخان عن ابی قتادہ قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجنازۃ فقال مستریحٌ او مستراحٌ منہ۔ قالوا یا رسول اللہ ما المستریح وما المستراح منہ فقال العبد المومن یستریح من تعب الدنیا واذاھا الی رحمۃ اللہ والفاجر یستریح منہ البلادُ والعباد والشجرُ والدوابُ۔ **ترجمہ** حضرت رسولکریم صلعم ایک جنازہ پر گذرے۔ دریافت فرمایا۔ کہ مستریح ہے۔ یا مستراح منہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ مستریح اور مستراح منہ کسے کہتے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ کہ مومن آدمی دنیا کی تکلیفات سے اور اسکے آزار سے نجات پاتا ہے اور فاجر کے مرنے سے شہر اور خلق اور درخت اور چوپائے آرام اور راحت پاتے ہیں۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا سجن المومن وسنتہ فاذا فارق الدنیا فارق السجن والسنۃ۔ یعنی فرمایا رسولخدا نے کہ مومنین کیواسطے دنیا بمنزلہ قیدخانہ اور قحط سالی کے ہے۔ جب دنیا کو چھوڑا۔ تو قیدخانہ اور قحط اور خشک سالی سے نجات پائی۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المومن وانما مثل المومن حین تخرج نفسہٗ کمثل رجلٍ کان فی سجنٍ فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا۔ فرمایا آپنے کہ دنیا کفار کیواسطے بہشت ہے۔ اور مومن کیواسطے قید ہے۔ اور مومن جب فوت ہوتا ہے۔ تو اسکی مثال بعینہ اس شخص کی ہے جو قید میں تہا۔ اور قید سے چھوڑ گیا۔ اور وہ زمین پر آزادی سے پھرنے اور فراخ روی سے چلنے لگا۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر الدنیا سجن المومن والقبر امنہٗ والجنۃ مصیرہٗ یا اباذر الدنیا جنۃ الکافر والقبر عذابہٗ والنار مصیرہٗ **فرمایا آپنے** یا اباذر۔ دنیا مومن کا قیدخانہ ہے۔ اور قبر اسکے امن کی جگہ اور جنت اسکے رہنے کا مقام ہے۔ اے ابوذر دنیا کافر کے واسطے تو بہشت ہے۔ اور قبر اسکے واسطے عذاب ہے۔ اور دوزخ اسکے رہنے کا آخری مقام ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذھب صفو الدنیا فلم یبق الا الکدر فالموت تحفۃ لکل مسلم **آپنے** فرمایا کہ دنیا میں پاکیزگی اور صفا رخصت ہوچکی ہے۔ تلچھٹ اور میل باقی ہے۔ اور ہر مسلمان کے واسطے موت تحفہ ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبذا المکرھان الفقر والموت۔ یعنی انسان کو یہ فقر اور موت بہت کروہ معلوم ہوتی ہیں۔ مگر مبارک ہیں

ہیں یہ دونو۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ما من مومن الا والموت خیر لہ و ما من کافر
الا والموت شر لہ فمن لم یصدقنی فان اللہ یقول و ما عند اللہ خیر للابرار ط
ولا تحسبن الذین کفروا انما نملی الایہ **ترجمہ** آپنے فرمایا کہ ہر ایک مومن کے واسطے موت
اچھی اور آرام دینے والی ہے۔ اور ہر ایک کافر کیواسطے موت مصیبت اور تکلیف دینے والی ہے
پس جو میری بات کا یقین نہ کرے۔ تو وہ قرآن شریف میں پڑھے۔ کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ
کے پاس جو (جنت) ہے وہ نیکیوں کے واسطے اچھی اور آرام کی جگہ ہے۔ اور دوسرے مقام پر خداوند
کریم نے فرمایا ہے۔ کہ جن لوگوں نے کفر کیا۔ تحقیق ہم انسے قیامت کے دن دوزخ کو بھرینگے۔
وقال صلعم ان حفظت وصیتی فلا یکونن شئ احب الیک من الموت آپنے حضرت
انس بن مالک سے فرمایا۔ کہ اگر میری وصیت یاد رکھو تو خبردار کہ سب سے زیادہ محبوب چیز تجھے موت ہو۔
اگرچہ اسیطرح سینکڑوں حدیثیں اس قسم کی موجود ہیں۔ کہ دنیا میں مومن کے واسطے سراسر تکلیف ہے
اور موت اسکے واسطے راحت کا آوازہ ہے۔ کیونکہ دنیا میں سب سے زیادہ فساد شکم کا ہوتا ہے۔ اور شیطان
کا وسوسہ ہروقت انسان کو خرابی میں ڈالنے میں درپے رہتا ہے۔ کبھی اولاد کے نہ ہونیکا فکر ہے۔
اور کبھی اولاد کی تربیت کا اندیشہ ہے۔ کبھی عبادت کا تردد ہے۔ تو کبھی معاشرت کی فکر ہے الغرض
ایک ذراسی زندگی۔ اور اس میں اسقدر بکھیڑے ہیں۔ کہ جنکا شمار ہی مشکل سے ہوگا۔ ؎

فکر معاش و ذکر خدا یاد رفتگان — دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے۔

درد دل کیواسطے پیدا کیا انسان کو — ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیان

مگر باوجود اسکے کہ موت کو مومن کیواسطے کسقدر آرام اور تسلی کا موجب بتایا گیا ہے۔ مگر حکم یہ ہے۔
کہ انسان کو سوائے چند وجوہات مثلاً رخنہ دین۔ خوف ایمان کے سوا کبھی موت کی تمنا نہ کرنی چاہئے
مولانا **جلال الدین سیوطی** علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی
والقبور۔ میں ایک علیحدہ باب تمنائے موت کی ممانعت پر لکھا ہے۔ مختصر طور پر ہم صرف اتنا ظاہر
کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت صلعم نے موت کی تمنا سے منع فرمایا ہے۔ اس میں فلاسفی یہ ہے۔ کہ اگر انسان
کا انجام اچھا ہے۔ تو وہ دنیا میں جو مزرعۃ الآخرۃ ہے۔ کچھ اور نیکی کما لیگا۔ اور اسکی طویل العمری زیادہ
درجہ بہشت کا اسکے واسطے دلائیگی۔ بخلاف اسکے اگر وہ فاسق ہے۔ تو ممکن ہے کہ آئندہ عمر میں فسق و فجور

سے توبہ کرے۔ اسواسطے منع کیا گیا ہے۔ کہ موت کی آرزو مت کرو۔ البتہ اسکا ذکر ہمیشہ دل میں رکھو
تاکہ دنیا اور اسکے تعلقات سے بیزاری اور آخرت کی محبت اور اسکے واسطے توشہ تیار کرنیکا شوق پیدا ہو
واخرج ابن ابی دینا عن صفیۃ ان امراۃ شکت الی عایشۃ رضی اللہ عنہا القسوۃ
فقالت اکثری ذکر الموۃ یرق قلبك ترجمہ۔ ایک عورت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی
کے پاس قساوت قلبی کی شکایت لائی۔ آپنے یہ نسخہ فرمایا۔ کہ موت کو یاد کیا کرو۔ خود بخود نرمی اختیار
کریگا۔ واخرج الدیلمی عن انس قال قال رسول اللہ صلعم افضل الزھد فی الدنیا
ذکر الموت وافضل العبادۃ التفکر فمن اثقلہ ذکر الموۃ وجد قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ
وقال علی کرم اللہ وجہہ الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا ونظم ھذا المعنی الحافظ ابو الفضل
العراقی فقال ؎ وانما الناس نیام من یمت ✦ ازال الموۃ عنہ نوما وسنۃ۔
ترجمہ۔ اعلے اور افضل زہد موت کا ذکر ہے۔ اور اعلے عبادت اسکے سامان کا فکر ہے۔ پس جسنے
سامان کرلیا۔ اُسنے اپنی قبر کو بہشتی باغ بنایا۔ اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ دنیا میں لوگ سوتے
ہیں۔ جب موت آئی تو خبردار ہونگے ؎

پڑی ہیں نیند میں بدمست ہو کر　　جگائیگی ہیں جب ت آئی۔

جسطرح موت یقینی ہے۔ سکرات موت بھی اسکے ساتھ لازمی ہیں۔ وہ روح جسنے کالبد انسانی میں کئی سال
گذارے کچھ اس قسم کا اپنے مقام میں مانوس ہو جاتا ہے۔ کہ ملک الموت کو جب روح قبض کرنیکا حکم ہوتا ہے
تو اس گھڑی جو انسان کی کیفیت ہوتی ہے خداوند کریم اس سے امان دیوے۔ چھوٹے بچے جو بظاہر معصوم
ہیں۔ جب انکی روح نکلنے لگتی ہے۔ تو کسطرح سے تکلیف اٹھاتے ہیں۔ کہ اس گھڑی ہمیں کلیجہ منہ کو آتا ہے۔
شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ ؎ ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجاں کسے ✦ کہ از دہانش بدر می کنند دندانے

قیاس کن کہ چہ حالت بود دراں ساعت　　کہ از وجود عزیزش بدر رود جانے

واخرج البخاری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کانت بین یدیہ
رکوۃ او علبۃ فیہا ماء فجعل یدخل یدیہ فی الماء فیمسح بھما وجہہ ویقول لا الہ الا اللہ
ان للموت سکرات۔ کہ جب آنحضرت صلعم کے وصال کا وقت قریب تھا۔ تو آپکے آگے پانی کا برتن رکھا گیا
آپ دست مبارک پانی میں ڈالتے۔ اور پھر مبارک چہرہ پر ہاتھوں کو مسح کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے

لا الٰہ الا اللہ۔ تحقیق موت میں سکرات لازمی ہے۔ واخرج الترمذی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت
ما اغبط احدا بھون موتٍ بعد الذی رایتُ من شدۃ موت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
(الھون بالفتح معنی الرفق نرمی) یعنی حضرت ام المومنین صدیقہ رض نے فرمایا۔ کہ کسی کی موت کی جلدی اور
نرمی پر میں خوش اور رشک کرنیوالی نہیں۔ بعد اسکے کہ میں نے حضرت صلعم کی شدت موت کا مشاہدہ کیا۔
مطلب یہ ہے۔ کہ لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ فلاں شخص کو بہت جلدی سکرات موت سے خلاصی ہوئی۔ حالانکہ یہ اگر
عمدہ اور آرام دہ اور مفید کام ہوتا۔ تو آنحضرت صلعم سب سے زیادہ حصہ دیے جاتے۔ مگر آپ نے بھی سکرات
موت کی شدت برداشت فرمائی۔ اور احسان الٰہی سمجھا۔ تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ اگر کسی کی روح جھٹ پٹ پرواز
کرجائے۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کہ وہ بندہ مقبول ہے۔ واللہ اعلم ط
واخرج البخاری قالت لا اکرہ شدۃ الموت لاحدٍ ابداً بعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم مطلب
وہی ہے۔ جو اوپر کی حدیث میں گذرا۔ واخرج ابن ابی الدنیا بسند رجالہٗ ثقات عن الحسن
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذکر الم الموت وغصتہٗ فقال ھو قدرُ ثلثماۃِ ضربۃٍ
بالسیف۔ یعنی آپ نے فرمایا۔ کہ موت کا الم اور سکرات کا یہ عالم ہے۔ کہ گویا تین سو تلواروں کے وار ہوتے
ہیں۔ عیاذاً باللہ ط واخرج ایضًا عن الاوزاعی قال بلغنا ان المومنَ المیتَ یجد الم الموۃ
حتی یبعث من قبرہٖ۔ کہ جب بعث بعد الموت ہوگا۔ تو اُسوقت بھی وہ الم یاد آجائیگا۔ تو اس سے ڈرنا
چاہیئے۔ اور کچھ زاد راہ کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ واخرج ابن ابی شیبہ والبیہقی عن علقمہ انّہٗ
حضر ابن اخ لہ لما حُضِرَ فجعل یعرق جبینہٗ فضحک فقیل لہ ما یُضحِکک قال سمعت
ابن مسعود یقول ان النفس المومن تخرج رشحا وان النفس الکافر والفاجر تخرج من
شدقہ کما تخرج نفس الحمار وان المومن لیکون قد عمل السیئۃ فیشدّد علیہ عند الموۃ
لیکفّر بہا وان الکافر والفاجر لیکون قد عمل الحسنۃ فیھون علیہ عند الموت لیکفر بہا
اس سے بہت سے مطالب معلوم ہوئے۔ اوّل تو یہ کہ نیک انجام ہونیکی نشانی یہ ہے۔ کہ ماتھے پر پسینے
آئے۔ ظاہر ہوں۔ علماء نے اس پر بحث کی ہے کہ اسوقت پسینہ کیوں آتا ہو۔ کہا گیا ہے۔ کہ جب مومن
پنے اعمال لاتا ہے۔ تو اس میں بعض صغائر موجود ہوتے ہیں۔ تو وہ شرمندہ ہوجاتا ہو۔ کہ او ہو ابھی
اعمال حسنہ میں یہ کیسی ترخ لگی ہوئی ہے۔ مگر خداوند کریم رحیم ہے وہ ہزارہا نیکیوں کے عوض ان صغائر کو بخشیگا

دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے۔ کہ سکرات موت بھی اگرچہ تکلیف اور مصیبت کا سامنا ہے۔ مگر اس سے اسکے
واسطے آئندہ کی آسانی ہے۔ اور گدھے کی موت مرنا۔ بدنصیبی کی نشانی ہے۔ اور کفار پر اگر سکرات
موت کی آسانی ہو۔ تو سمجھنا چاہیے۔ کہ انکے دنیا کے چند نیک کام اسوقت کی تکلیف سے بچنے کا باعث ہوئے
بہرحال نتیجہ یہ نکلا۔ کہ سکرات موت لازمی ہے۔ اور اس سے ڈرنا لازمی ہے۔ لکھا ہے کہ اگر نزع کیوقت مرنے کے
سرہانے سورہ یٰسین پڑھی جاوے۔ تو اسپر آسانی ہوتی ہے۔ ایک اور مقام پہ ہے۔ کہ سورہ رعد اور سورہ بقر
کے پڑھنے سے بھی آسانی ہوتی ہے۔ اور یہ کلمات دعائیہ بھی مفید ہیں۔ اللّٰھم اغفر لفلان بن فلان
وبرد علیہ مضجعہ ووسع فی قبرہ واعطہ الراحۃ بعد الموت والحقہ بنبیہ وتولّٰ
نفسہ وصعد روحہٗ فی ارواح الصالحین واجمع بیننا وبینہٗ فی دار تبقی فیہا الصحبۃ
ویذھب عنہ فیہا النصب واللغوب وصلی علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اسی کلام کو
بار بار پڑھے۔ یہاں تک کہ وہ دار البقاء کو سدھارے۔ لکھا ہے کہ وقت نزع کے کلمہ شریف پڑھے۔ تو سمجھ لو کہ ایمان سلامت لے گیا۔

مرنے کے بعد روح کہاں جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ کہ جب مومن کے مرنیکا وقت قریب آتا ہے۔ تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم لاتے ہیں پھر
کہتے ہیں۔ کہ نکل خوش ہوکر اسحالت میں کہ تجھ سے خوشنودی کیگئی ہے طرف راحت اللہ کے اور ریحان کے اور
رب غیر غضبان کے۔ تو نہایت پاکیزہ کستوری کی خوشبوئی کیطرح روح نکلتی ہے۔ یہانتک کہ بعض
فرشتے اسے لیجاتے ہیں۔ اور پھر مومنوں کی روح کے پاس لیجاتے ہیں سو وہ نہایت خوش ہوتے ہیں۔ جیسے
کہ کسی کا خویش باہر گیا ہوا ہو۔ اور بہت عرصہ کے بعد خیریت سے آکر ملے۔ ارواح مومنین دیگر لوگوں کا حال
پوچھتی ہیں۔ اور مومن کی روح آسمانوں پہ رہتی ہے۔ اور انکی آمد و شد قبر میں بھی کبھی کبھی جاری رہتی
ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ روح ایک لطیف اور نازک چیز ہے۔ اسواسطے اسکو کہاں ہی ہو۔ قبر میں آنے دیر
نہیں لگتی۔ کفار کی موت کیوقت عذاب کے فرشتے آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ نکل اے جان غضبناک تجھ
پر غضب کیا گیا ہے۔ تب وہ نہایت بدبودار مردار کی بو کیطرح نکلتی ہے اور آسمان پر اسکو کوئی نہیں
آنے دیتا۔ یہانتک کہ اسکو زمین میں کافروں کی طرح لیجاتے ہیں۔ اور قیامت تک ارواح کو خواہ
وہ طیبہ ہوں۔ یا خبیثہ۔ اپنا اصل مقام دکھایا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ النار یعرضون علیہا غدو

وعشیا۔ مقرِ ارواح میں تھوڑا بہت اختلاف بھی ہے۔ اکثر احادیث اس امر کی شاہد ہیں کہ وہ بہشت میں سبز یا سفید پرندوں کی صورت میں ہیں۔ اور معراج کا واقعہ اس امر کا موید ہے کہ ارواح آسمانوں پر ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام۔ شہدا کی ارواح کا تو بہشت میں ہونا ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وھو الذی انشأکم من نفس واحدۃ فمستقر و مستودع وقال تعالیٰ ویعلم مستقرھا ومستودعھا احدھما فی الصلب والاخر بعد الموت)۔ یعنی خداوند کریم کو ہی ارواح کا مقر خوب طور پر معلوم ہے۔ اسواسطے اسپر زیادہ لکھنا ہمارا مدعا نہیں۔ صرف اسقدر اظہار ضروری ہے۔ کہ مرنیکے بعد روح زندہ ہے۔ اور اعمال کے مطابق اسکی جزا و سزا ہے۔ مختصر طور پر یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ نیک آدمی فوت ہونیکے بعد ہی جنت کا مزہ لوٹنے لگ جاتا ہے۔ یعنی اسکو عالم برزخ میں ہی خداوند کریم آرام عطا کرنے کا حکم صادر فرماتا ہے۔ اسیطرح گنہگار پر عذاب قبر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اب میں اس امر کا ثبوت دونگا۔ کہ قبروں پر جانا سنت ہے۔ اور آجکل کے جو لوگ اپنے خود ساختہ ڈھکوسلوں سے لوگوں کو زیارت قبور سے منع کرتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ اور وہ بیوقوف نام کے مسلمان جنہوں نے قبروں کو قاضی الحاجات مان رکھا ہے۔ ان سے بھی سخت غلطی ہو رہی ہے۔ اگر اول الذکر میں افراط ہے۔ تو موخر الذکر میں خلط ہے اسلام شرک کا سخت دشمن ہے۔ ہمکو بھی شرک کی بیخ کنی کرنی چاہیئے۔

اہل اللہ کی وفات اور عجیب و غریب حالات

اس میں شک نہیں۔ کہ سکرات موت کی تکلیف و شدائد سے اہل اللہ کی نجات یقینی نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے۔ کہ بعض کیواسطے سکرات میں شدت کم ہو۔ اور بعض بالکل بری ہوں۔ مگر اسکے بعد آرام ہی آرام ہے۔ اخرج ابوالقاسم بن مندۃ فی کتاب الاحوال عن ابن مسعود قال اذا اراد اللہ قبض روح المومن اوحی الی ملک الموت اقرأمنی السلام فاذا جاء ملک الموت لقبض روحہ قال ربک یقرئک السلام۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے۔ کہ جب مومن کی روح قبض کرنے جاؤ۔ تو سلام بولو۔ واخرج ابن المبارک والبیہقی فی الشعب وابو الشیخ فی العظمۃ وابو القاسم بن مندۃ فی کتاب الاحوال عن محمد بن کعب القرظی قال اذا استنقعت نفس العبد المومن جاء ملک الموت فقال السلام علیک یا ولی اللہ اللہ یقرئک السلام

ثم نزع بھذہ الآیۃ الذین تتوفاھم الملٰئکۃ طیبین یقولون سلام علیکم ۔ واخرج
القاضی ابو الحسین بن العریف فی فوائدہ وابو الربیع المسعودی فی فوائدہ عن انس بن
مالک قال رسول اللہ صلعم اذا جاء ملک الموت الی ولی اللہ سلم علیہ وسلامہ علیہ
ان یقول السلام علیک یا ولی اللہ قم فاخرج من دارک التی خربتھا الی دارک التی
عمرتھا واذا لم یکن ولی اللہ قال لہ قم فاخرج من دارک التی عمرتھا الی دارک التی خربتھا فرمایا رسول اللہ صلعم
نے کہ جب ملک الموت آتا ہے ۔ تو مومن دوست خدا پر سلام کہتا ہے ۔ اور وہ بھی سلام کا جواب دیتا ہے
اور بعد سلام کے فرشتہ کہتا ہے ۔ کہ کھڑا ہو ۔ اور اپنے اس گھر سے نکل ۔ جسے تو نے برباد کیا ۔ اور اس
گھر کیطرف جا جسے تو نے تعمیر کیا ۔ اور اگر مرد مومن اور ولی اللہ نہیں ہوتا ہے ۔ تو اُسے حکم دیتا ہے ۔ کہ
اس گھر سے نکل جسے تو نے آباد کیا تھا ۔ اور اس گھر کیطرف انتقال کر جسے تو نے دنیا میں ہی برباد کر دیا ۔
واخرج ابن ابی الدنیا وابن مندہ عن جابر بن عبد اللہ ان رجلاً من اھل البادیۃ
سأل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن قولہ تعالیٰ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا
وفی الاٰخرۃ الآیہ قال البشریٰ فی الدنیا فھی الرؤیا الحسنۃ تری للمومن فیبشر بھا
الی دنیاہ واما قولہ وفی الاٰخرۃ فانھا بشارۃ المومن عند الموت یبشر عند
الموت ان اللہ قد غفر لک ومن حملک الی قبرک ۔ ترجمہ ایک اعرابی نے آنحضرت
صلعم سے سوال کیا ۔ کہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا والآخرۃ کیا مطلب ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ فی الدنیا
سے مراد تو سچے خواب ہیں جو کہ مومن کو اس دنیا میں نظر آتے ہیں ۔ اور اسکو بشارت دیجاتی ہے اور
بشارت فی الآخرہ یہ ہے کہ مومن کو موت کیوقت بشارت دیجاتی ہے کہ خداوند کریم نے تمہیں بخشدیا
اور انکو بھی بخشدیا ۔ جو تیرا جنازہ اُٹھا کر قبر میں لائے ۔ اب دیکھئے ۔ کہ یہ اس مومن کا فیض بعد حیات
ہے اگرچہ یہ بحث انشاء اللہ آگے آئیگی ۔ مگر اسوقت بھی عقلمند آدمی کے واسطے اشارہ کافی ہے ۔ کہ اہل اللہ
کی صحبت حین حیات اور بعد وفات میں کسقدر مطالب حاصل ہوتے ہیں ۔ واخرج ابن ابی حاتم
وابو نعیم عن سعید بن جبیر قال قرءت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ایتھا النفس
المطمئنۃ الآیہ فقال ابو بکر رضہ ان ھذا لحسن فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اما ان
الملک سیقولھا لک عند الموت ۔ ترجمہ ایکدفعہ آنحضرت صلعم کے روبرو آیت یا ایتھا النفس

المطمئنۃ پڑہی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق بولے۔ کہ یارسول اللہ کہ یہ تو بہت عمدہ بات ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بیشک جب موت کا فرشتہ تیری روح قبض کریگا۔ تو تمہیں بھی یہی الفاظ کہیگا۔ خلاصہ یہ کہ اہل اللہ کی موت بمصداق حدیث ینقلون من دار الی دار ہے۔ اور انکا فیض اور روحانی تعلق برابر قائم رہتا ہے۔ **اب سوال** یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص مرنے لگے۔ تو کون سا کلام پڑہنی چاہیے۔ تاکہ سکرات موت کی آسانی ہو۔ اسکے متعلق احادیث بکثرت ہیں۔ اور سورہ یٰسین سورہ رعد کا پڑہنا مفید ہے۔ چونکہ اس مضمون سے ہمارا چنداں تعلق نہیں۔ اور خوف ہے۔ کہ رسالہ اندازہ سے زیادہ ضخیم نہ ہو جائے۔ اسواسطے کہ اگر کسی صاحب کو اس مطلب کیواسطے کچھ دیکھنا ہو۔ تو احادیث کی کتب کیطرف رجوع کرے۔ اب بحث اس امر کی کیجاتی ہے۔ کہ قبروں پر زیارت کیواسطے جانا منع نہیں ہے۔ بلکہ یہ سنت رسول اللہ ہے اور اجماع امت اسی پر ہے۔ بلکہ آجتک صحابہ کرام سے لیکر برابر اس امر کا ثبوت ملسکتا ہے۔ کہ زیارت قبور مسنون طریقہ ہے۔ اور اسکا رواج آج سے نہیں ہے اور نہ یہ بقول وہابیاں بدعت ہے۔ مرفوع حدیث ہے۔ من زار قبر ابویہ فی کل جمعۃ او احدھما کتب باراً وان کان فی الدنیا ما قبل ذلک بھما عاقاً۔ یعنی جو شخص اپنے ماں باپ کی ہر جمعے کو زیارت کیا کرے۔ یا ایک میں سے ان دونوں کی۔ تو وہ نیکی کرنیوالا لکہا جائیگا۔ اگرچہ دنیا میں ماں باپ کی نافرمانی کیا کرتا تھا۔ حدیث شریف ہے۔ عن بُرَیْدَۃَ رضہ قال قال رسول اللہ صلعم نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے۔ کہ پہلے میں نے زیارت قبور سے منع کیا تھا پس اب مردماں زیارت کرو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے منع کسواسطے کیا تھا۔ آیا لوگوں نے قبر پرستی شروع کردی تہی۔ یا کہ وہ لوگ نعوذ باللہ انکو خدا یا اسکا مظہر ہی سمجھنے لگے تھے آخر اس ممانعت اور پھر اجازت کی کیا ضرورت تہی۔ اگر ذرا سا غور کیا جائے۔ تو صاف معلوم ہوگا۔ کہ قرب زمانہ جاہلیت اور عادات عرب کے عود کرنے کے خوف سے آپنے احتیاطاً منع فرمایا تھا۔ کوئی یہ نہیں۔ کہ لوگ سجدہ کرنے لگ گئے تھے جس سے آپنے منع فرمایا۔ یا پہلے اس قسم کا کام جائز نہ تھا۔ اور پھر جائز ہوگیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم بت پرستی کو مٹانیکے واسطے تشریف لائے تھے۔ اور جب کفر و الحاد کی بیخ کنی خاطر خواہ ہو چکی۔ تو اجازت دی گئی۔ کہ قبور کی زیارت کیا کرو۔ انکیواسطے طلب مغفرت کرو۔ عبرت موت کی حاصل کرو۔ کہ ع یہ بہادر خویش ہم فرزند ہیں۔ اور اسکے علاوہ بزرگان

واولیائے اللہ کی قبور مظان فیض وکرامت ہیں۔ اگر کوئی شخص وہاں دعا طلبی کرے تو منع نہ ہوگا جیسا کہ امام شافعیؒ جیسے باکمال شخص کا قول ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کاظمؑ کی تربت مبارکہ اجابت دعا کے واسطے تریاق مجرب ہے۔ یعنی جب کوئی دعا خلوص دل سے مانگی گئی۔ تو خداوند کریم ضرور مستجاب کرتا ہے۔ وعن ابی ہریرۃ قال زار النبیؐ صلعم قبر امہ فبکی وابکی من حولہ فقال استاذنت ربی فی ان استغفر لہا فلم یوذن لی واستاذنتہ فی ان ازور قبرھا فاذن لی فزوروا القبور فانہا تذکر الموت رواہ مسلم۔ حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے اپنی والدہ کی قبر دیکھی۔ اور اسپر آپ رو پڑے۔ اور جو آپکے پاس تھے۔ وہ بھی اشکبار ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے اجازت طلب کی تھی۔ کہ اپنی والدہ کیلئے طلب مغفرت کروں۔ مگر مجھے اجازت نہ ملی۔ اور پھر یہ اجازت طلب کی۔ کہ قبر کی زیارت کی اجازت ملے۔ سو اجازت ملی ہے۔ اے لوگو قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ اس سے موت یاد آجاتی ہے یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ بعض علمار نے اس حدیث میں اختلاف کیا ہے۔ لیکن حدیث کا دوسرا حصہ ایسا ہے۔ کہ اسمیں کسی کا اختلاف نہیں واللہ اعلم وعن بریدہ قال کان رسول اللہ صلعم یعلمہم اذا خرجوا الی المقابر السلام علیکم یا اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون رواہ مسلم۔ صحیح مسلم میں روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم زیارت قبور کی تعلیم فرماتے تھے۔ کہ قبروں پر جاکر کہنا چاہئے۔ اے مومنین ومسلمین قبروں والے۔ تمپر سلام ہو۔ تحقیق ہم بھی عنقریب تمہاری محفل میں شامل ہونیوالے ہیں۔ اب یہ جگہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا مردے سنتے ہیں۔ بادی النظر میں تو یہ سوال ایک مبہم سا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مردے اور سن سکیں۔ یہ تو ایک ایسا معاملہ ہے۔ کہ عقل اور سمجھ میں نہیں آسکتا۔ لیکن جن لوگوں کو مذہب کی واقفیت ہے۔ اور جو اپنی عقل کو عقل انسانی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جسکے عاجز آنیکی مثالیں روز مرہ مشاہدہ میں آتی ہیں۔ وہ اس امر کا یقین رکھتے ہیں۔ کہ جب عذاب قبر برحق ہے۔ تو مردوں کا سننا اور احساس کرنا غیر ممکن نہیں۔ کیونکہ موٹا آدمی بھی اس بات کو تسلیم کریگا۔ کہ عذاب ہمیشہ اس چیز کو محسوس ہوا کرتا ہے جس میں کوئی قوت ہو۔ منکر نکیر کا قبر میں آنا۔ اور سوال وجواب کرنا صریح طور پر ثابت ہے۔ **تو اب** غور طلب یہ بات ہے۔ کہ کیا اسوقت انکو سوال وجواب کی طاقت ملتی ہے اور پھر سلب ہوجاتی ہے۔ اور عذاب قبر صرف جسد یعنی کالبد خاکی پر جس میں روح نہ ہو ہوتا ہوگا۔

ع۔ آنحضرت صلعم کے والدین ضرور بہشت میں جائینگے۔ علمار نے اس مسئلہ پر بسیط کتب تالیف کی ہیں۔ ۱۲ حدیث ضعیف

یا کہ اس بدن میں جو اکثر بوسیدہ ہو کر خاک ہو جاتا ہے۔ کوئی حس اس قسم کی موجود ہوتی ہے جس سے
وہ واقعی عذاب کو محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ روزمرہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ جسے حس نہ ہو۔ اسے تکلیف
اور درد اگر ہوتا بھی ہے۔ تو اُسے محسوس نہیں ہوتا۔ جراح اور ڈاکٹر جب کلورا فارم سونگھا کر بیمار کو
بیہوش کردیتے ہیں۔ تو ان کا چیرنا پھاڑنا وہ کچھ بھی محسوس نہیں کرسکتا۔ اور اس تکلیف کا اُسے
کچھ بھی احساس نہیں ہوتا۔ اور یہ ایک موٹی بات ہے۔ کہ جسد بے روح کو اگر کوئی سزا دیوے۔ لکڑی سے
مارے۔ پتھر سے مارے۔ خواہ لوہے کی زنجیروں سے مارے مگر اُسے کچھ بھی معلوم نہ ہوگا۔
اب اگر ہمارے وہابی دوست عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں۔ تو پھر انکی مخلصی ہے۔ لیکن ہم ثابت
کرینگے۔ کہ عذاب قبر برحق ہے۔ یہانتک کہ آنحضرت صلعم ہر نماز کے بعد عذاب قبر کیواسطے استغفار
پڑھا کرتے تھے۔ اور اگر اسی امر کے متعلق احادیث لکھی جاویں۔ تو ایک اور کتاب طیار ہو جاوے۔
عن ابن عباس رض قال مر النبی صلعم بقبور بالمدینۃ فاقبل علیہم بوجہہ فقال
السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا و لکم انتم سلفنا و نحن بالاثر رواہ الترمذی
فقال ھذا حدیث حسن غریب۔ **حضرت** ابن عباس رض سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم قبور مدینہ
کے پاس سے گذرے۔ پس آپ قبر کے سامنے تشریف لائے۔ اور زبان مبارک سے فرمایا السلام علیکم
اے قبروں والے۔ خداوند کریم ہمکو اور تمکو بخشدیوے۔ تم نے پہلے سفر کیا۔ اور ہم پیچھے آنے والے ہیں۔
اب سوچنا چاہیے۔ کہ آنحضرت صلعم کا اپنے واسطے دعائے خیر فرمانا۔ اور سامنے تشریف لانا۔
اور السلام علیکم کا لفظ استعمال کرنا کیا معنی دارد۔ کیا کوئی دیوار کو بھی السلام علیکم کہتا ہے یا کہ
کسی پتھر یا بت کو بھی السلام علیکم کہتا ہے۔ مفصل بحث علم الموتی کی آگے آتی ہے۔ عن عائشۃ رض
قالت کان رسول اللہ صلعم کلما کان لیلتھا من رسول اللہ صلعم یخرج من اخر
اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ما توعدون غدا
موجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد رواہ مسلم
حضرت صدیقہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم جب آپکے گھر میں اپنی باری کو تشریف لے آتے۔ تو
پچھلی رات قبرستان بقیع میں (جو تھوڑے سے فاصلہ پر تھا) تشریف لیجاتے۔ اور فرماتے۔ السلام علیکم
اے گھر مومنین کا۔ خداوند کریم تمہیں وہ نعمتیں عطا کرے۔ جسکا کہ تمکو وعدہ دیا گیا ہے تحقیق ہم بھی

عنقریب تمہارے سلسلہ میں شامل ہونیوالے ہیں۔ یا اللہ اہل بقیع کو بخشدے۔ لکھا ہے کہ غرقد ایک درخت کا نام تھا۔ اسی خصوصیت سے اُسے بقیع غرقد کہا جاتا تھا۔

اب لفظ دار غور طلب ہے۔ آپنے قبر کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا۔ گویا وہ مومنوں کا گھر ہے۔ واقعی عالم برزخ ایک گھر ہے۔ اور آپ انکے واسطے صرف مغفرت طلب کرنیکے واسطے تشریف لیجاتے تھے۔ تو انا انشاء اللہ بکم لاحقون کے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل قبور کچھ اس قسم کا علم رکھتے ہیں۔ کہ وہ اس بات کو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ ورنہ آنحضرت صلعم کبھی اس قسم کے کلمات زبان مبارک پر نہ لاتے۔ بلکہ آپ انکے واسطے دعائے مغفرت طلب کرکے واپس تشریف لاتے۔ وعنھا قالت کیف اقول یا رسول اللہ تعنی فی زیارۃ القبور قال قُولِی السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون۔ رواہ مسلم۔۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ آپنے فرمایا۔ کہ میں نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ میں جو زیارت قبور کو جایا کرتی ہوں۔ تو کیا کہا کروں۔ آپنے فرمایا۔ تو کہا کر۔ اے مسلمان اور مومن قبروں کے رہنے والو تم پر سلام ہو۔ خداوند کریم ہم سے پہلے فوت شدہ اور بعد میں فوت ہونیوالے مسلمانوں کو مغفرت کرے۔ بتحقیق ہم عنقریب دنیا کو جو دار فنا ہے۔ چھوڑ کر اسی عالم میں آنیوالے ہیں۔

اب دیکھئے کہ مستقدمین اور مستاخرین کی دعا کیوں طلب کی گئی ہے۔ قبر پر مستاخرین کے واسطے کیا ضرورت تھی۔ کہ دعا طلبی کیجاوے۔ اور اس سے اس امر کا پتہ ملتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں مستورات کا زیارت قبور کیواسطے جانا ثابت ہوگیا۔ اسی طرح حضرت بی بی فاطمہ رضؓ بنت رسول اللہ صلعم کا قبرستان میں جانا ثابت ہے۔ اور بی بی عائشہ صدیقہ[علہ] کا اپنے بھائی کے نعش پر جانا ثابت ہے۔ اور خاتون جنت بی بی صدیقہ رضؓ کا شہیدان اُحد کی زیارت پر سال بسال جانا کتب سے ثابت ہے۔ جسکا ذکر آگے ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی اعتراض کرے۔ کہ یہ اجازت خاص تھی۔ عام نہ تھی۔ تو اسکا یہ جواب ہے کہ انکے

علہ صحیحین میں ایک روایت ہے کہ رسول خدا صلعم ایکدفعہ قبرستان میں ہوکر گذرے۔ ایک عورت قبر کے سرہانے بیٹھی رو رہی تھی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اے عورت! صبر کر اور توبہ کر۔ مگر اس نے نہ پہچانا۔ آنحضرت تشریف لے گئے تو وہ عورت خبر پاکر حاضر ہوئی۔ اسوقت بھی آپ نے یہی فرمایا۔ کہ صبر کر اور توبہ کر۔ لیکن قبرستان میں جانے اور دعائے مغفرت مانگنے سے منع نہ فرمایا۔ واللہ اعلم ۱۲

واسطے کوئی ممانعت کا حکم دکھلائے۔ مگر قرین مصلحت یہ ہے۔ کہ مستورات کے قبور پر جانیکی خواہ اجازت بھی ہو۔ تو بھی فی زماننا ان کو نہ جانا چاہئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں مسلمان عورتیں نماز جماعت میں مردوں کے ساتھ شریک ہوا کرتی تھیں۔ مگر بعدہ علما نے خاص خاص عورات کو اجازت عطا کی۔ اور وہ بھی اسطرح کہ مرد انکو دیکھ ہی نہ سکیں۔ ہندوستان میں بعض خانقاہوں پر جو طوائفوں کے ناچ وغیرہ ہوتے ہیں۔ وہاں عورتوں کا شامل ہونا ہرگز درست نہیں ہے۔ اور میری تو یہ رائے ہے۔ کہ جب تک اعراس کی اصلاح نہ ہو۔ اور یہ ناچ رنگ موقوف نہ کئے جاویں۔ اسوقت تک مردوں کو بھی نہ جانا چاہئے۔ کیونکہ لا تتخذوا قبری عیدًا والی حدیث صاف اس ناچ گانے کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ آپ بار بار یہی دعا فرماتے تھے۔ کہ یا اللہ میری قبر کو عید نہ بنایا جاوے خداوند کریم ہم مسلمانوں کو استقامت عطا فرمائے۔ وعن محمد بن نعمان یرفع الحدیث الی النبی صلعم قال من زار قبر ابویه او احدھما فی کل جمعة غفر له وکتب بارًا رواہ البیھقی فی شعب الایمان مرسلا

محمد بن نعمان سے روایت ہے۔ اور وہ آنحضرت صلعم تک پہنچتی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جو کوئی اپنے ماں باپ کی قبر کی زیارت کرے۔ یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت کرے تو اسکے گناہ بخشدیئے جاتے ہیں۔ اور اسکا نام نیکوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے سبحان اللہ جل شانہٗ۔ یہ ہم آگے بتلاوینگے کہ اہل قبور اس شخص سے جو دنیا میں انکا واقف ہوتا ہے۔ انس پکڑتے ہیں۔ اور اسکے آنے اور واپس جانے کو محسوس کرتے ہیں۔ اور جو کلام قبر پر پڑھا جاتا ہے اسکا ثواب یقینی طور پر پہنچتا ہے۔ جیسا کہ آئندہ مختصر طور پر یہ ذکر کیا جاویگا۔ عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم قال کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا و تذکر الاخرۃ رواہ ابن ماجه

آپ نے فرمایا کہ زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا۔ اب اجازت ہے کہ تم زیارت کیا کرو۔ کیونکہ اس سے دنیا کی بیزاری اور آخرت کی بیداری حاصل ہوتی ہے۔ روایت کیا اسے ابن ماجہ نے۔

وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ لعن زوارات القبور۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجه وقال ترمذی ھذا حدیث حسن صحیح وقال قد رأی بعض اھل العلم ان ھذا کان قبل ان یرخص النبی صلے اللہ علیه وسلم فی زیارۃ القبور فلما رخص دخل فی رخصته الرجال والنساء وقال بعضھم انما کرہ زیارۃ القبور للنساء لقلة صبرھم وکثرۃ جزعھم تم کلامه

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہی کہ آپنے زیارت کرنیوالی (عورتوں) پر لعنت کی ہے۔ احمد اور ترمذی
اور ابن ماجہ نے اُسے روایت کیا۔ اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح لکھا۔ اور کہا۔ کہ علمانے
کہاہے کہ یہ رخصت اور اجازت عطا ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ لیکن جب آپنے نہیت عن
زیارۃ القبور فرمایا ہے اور بعدہ فزوروھا فرمایاہے۔ تو اس میں مرد اور عورت سب کو
اجازت عطا ہو گئی۔ اور بعض نے کہاہے۔ کہ عورتوں کیواسطے اسواسطے مکروہ ہے۔ کہ عورتوں
میں صبر کم ہوتا ہے۔ اور جزع فزع کی عادت بشمار ہے اسواسطے ان کا جانا اچھا نہیں ہے۔ اور بات
بھی واقعی یہی ہے۔ کہ مستورات کے عقیدے بوجہ جہالت بہت کمزور ہوتے ہیں۔ وہ طرح طرح کے توہمات
میں مبتلا ہو جاتی ہیں پس مناسب ہی۔ کہ عورتوں کو قبروں پہ جانا چاہیے۔ اور یہی علمائے متاخرین
نے فیصلہ کیا ہے۔ لیکن بعض بزرگو نکی یہ رائے ہی۔ کہ فیض کا دروازہ سب کے واسطے ہی کسی کو منع نہیں
لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم ہر شروع سال میں شہدائے احد کی قبور شریفہ پر تشریف فرماے ہوتے اور
اور فرماتے سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے
ہیں کہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص شہدائے اُحد پر گذرے۔ اور اُن پر سلام بھیجے۔ تو وہ قیامت تک اُسپر
سلام بھیجتے ہیں۔ اور ان شہدا کے قبور شریفہ سے خصوصًا قبر شریف حضرت سید الشہدا سے
آواز واپسی سلام کی بارہا سُنی گئی ہے اور اس بارہ میں سلف سے آثار و اخبار بہت ثابت ہوچکے
ہیں۔ اور اخبار صحیحہ میں آیا ہے کہ بعد مدت چھیالیس برس کے بعضے شہدا کے قبور شریفہ کو کھولا۔
تو ویسے ہی تر و تازہ پھولوں کی کلیاں سی لاشیں معہ کفن نکلیں۔ گویا کہ کل ہی دفن ہوئی ہیں
اور بعضوں کو اُن میں سے دیکھا۔ کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھکر ویسے ہی رہ گئے ہیں۔ ہاتھ کو جدا
کرتے ہیں۔ تو زخم سے خون جاری ہو جاتا ہے اور ہاتھ کو اُٹھا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ تو پھر وہیں
زخم پر پہنچتا ہے۔ ... اب سوال یہ ہی۔ کہ یہ لاشیں کہاں کیوں گئیں۔ اسکے کئی اسباب ہیں اول
تو یہ کہ جنگ کے وقت کوئی شہید کہیں دفن ہوا۔ اور کوئی کسی جگہ۔ ایک قرابت والے یکجا نہ تھے۔
اسواسطے بعض اصحاب نے آنحضرت صلعم کی اجازت صریح سے یا دلالت حال سے یا قیاس و اجتہاد
سے ان لاشوں کو نکال نکال کر جدا جدا دفن کیا۔ اور بعض قبریں سیل کی وجہ سے کھل گئیں اور
اکثر اس جہت سے کھلیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمان امارت میں ایک نہر کھدوا کر اسی

مشہد مقدس کیطرف سے جاری کی تھی۔ تو لوگ لاشیں نکال نکال کر الگ جاکر دفن کرتے تھے اور امام تاج الدین سبکی رح شفار الاسقام میں لاتے ہیں۔ کہ جسوقت امیر معاویہ نے نہر نکالی۔ اور نقل شہدا کا اپنے مواضع قبور سے حکم دیا۔ اسوقت ایک کدال حضرت سید الشہدا سیدنا حمزہ رض بن عبد المطلب کے پائے مبارک میں لگی۔ کہ اس سے خون جاری ہو گیا۔ اور نہر کھدنے کیوقت انکے عامل نے منادی کی۔ کہ امیر المومنین کی نہر آئی ہے۔ جس کسی کا مردہ یہاں دفن ہو۔ آوے۔ اور مردے کو یہاں سے اکھاڑ کر اور جگہ لیجائے۔ (ماخوذ از کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب مولفہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی)

شائد اوپر کی چند سطور پڑھنے سے ہمارے انگریزی خوان اصحاب حیران ہو جائیں۔ کہ یہ امر خلاف سائنس ہے انکو واضح ہو۔ کہ سائنس وغیرہ سب کچھ حکم الٰہی کے تابع ہے۔ جس مالک نے قطرۂ منی سے انسان کی پیدائش کا سلسلہ قائم کر دیا ہے۔ اور جس نے آتش نمرود کو اپنے خلیل پر گلزار کر دیا۔ اسکو کچھ مشکل نہیں ہے۔ کہ اپنے پیاروں کے جسم کو زمین کے کیڑوں کی خوراک بنانے سے محفوظ رکھے۔ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ایسے واقعات بہت ملسکتے ہیں۔ اور اگر آدمی تحقیق حق کے واسطے اچھی طرح دریافت کرے تو میرا یقین ہے۔ کہ پنجاب بلکہ ہندوستان کے ہر ایک ضلع میں ایک نہ ایک واقعہ اس قسم کا ضرور گذرا ہو گا۔ کہ بعض قبروں کو بہت مدت کے بعد کھولا گیا۔ تو مردہ صحیح سلامت نکلا۔ گویا کہ وہ ابھی دفن ہوا ہے ڈیرہ غازیخاں میں کوئی آٹھ سال کا عرصہ ہوا۔ کہ نمائش اسپاں والی قدیم جگہ پر دریائے سندھ نے زمین برد کرنی شروع کی۔ پاس ہی ایک بستی کلاں تھی۔ وہاں خاندان سادات کی چند قبریں تھیں جب دریا پاس آ گیا۔ تو ان قبروں کو کھولا گیا۔ ایک سید صاحب کی قبر جسے مرے ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا۔ جب کھودی گئی۔ تو انکی لاش بالکل صحیح سلامت تھی حتیٰ کہ کفن تک برابر موجود تھا۔ اور ایک بال بیکانہ ہوا تھا۔ اگر آپ کو تحقیق کا شوق ہو۔ تو ڈیرہ غازیخاں میں سینکڑوں آدمیوں کی عینی شہادت پیش کیجا سکتی ہے۔ اسی طرح ضلع جہلم میں ایک رود کوہی کے کنارے ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ کہ ایک بزرگ کی لاش جب نکالی تو بالکل صحیح سلامت پائی۔ اور اس بزرگ نے خود ہی خواب میں بشارت کی کہ رود کوہی میرے مردے کو بہا لے جائیگی۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا۔ تو یہ واقعہ تحصیل چکوال کا ہے سید خیر شاہ ایک فقیر منش آدمی تھے۔ متوکل علی اللہ اور عرفان کے شعر ملتانی زبان میں ایسے برجستہ کہے ہیں۔ کہ آجتک لوگ صفتیں کرتے ہیں۔ تحصیل سنگھڑ میں انکو دریائے کے کنارے دفن کیا گیا تھا۔

دریا کے پاس آنے کے سبب جب انکی لاش نکالی گئی۔ تو بالکل صحیح وسلامت تھی۔ بلکہ پیشانی پر پسینہ نمودار تھا۔ ایک اور **تازہ واقعہ** سنئے۔ کہ ۴ اگست ۱۹۰۹ء خانگڑھ میں جہاں یہ خاکسار ہیڈ ماسٹر ہے۔ ایک شخص سربلند خان افغان کی قبر میں جسے فوت ہوئے سات ماہ گذر چکے ہیں۔ بارش کے سبب سے بڑا سا سوراخ ہو گیا۔ دیکھا گیا۔ کہ بدن صحیح سالم پڑا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرحوم آج ہی دفن کیا گیا ہے۔ **خلاصہ یہ ہے**۔ کہ اگرچہ مصالحوں اور حنوط کرنے سے بہت دیر تک لاش سلامت رہ سکتی ہے مگر خداوند کریم جسکی لاش صحیح سلامت رکھنا چاہتا ہے۔ اُسے کسی مصالحہ اور موم کی ضرورت نہیں ہے۔ اب میں چند احادیث آنحضرت صلعم کی زیارت قبر منورہ کے متعلق لکھتا ہوں۔

پہلی حدیث۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ **دوسری** حدیث مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حلت لہٗ شَفَاعَتِیْ **تیسری** من جاءنی زائرًا لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامه۔ یعنی اخلاص اور صدق نیّت سے زیارت کو جو شخص آیا۔ تو اُسکے واسطے شفاعت ضروری ہو گئی۔ **چوتھی** حدیث۔ من حجّ فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ اس حدیث سے آنحضرت کی حیات بعد وفات ثابت ہوتی ہے **پانچویں** حدیث من حجّ البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔ یہ وعید ہے۔ سعادت زیارت حاصل نہ کرنے پر حاصل کرنے نعمت حج کے۔ اور اسکا سبب آپکی شفقت ہے۔ اُمت پر اور تحریص ہے۔ اس بات پر کہ آپکی اُمت کو ثواب ہو **چھٹی** حدیث۔ من زارنی فی المدینة کنت لہٗ شفیعًا وشہیدًا۔ علماء نے لکھا ہے۔ کہ سفارش آپکی گناہگاروں کے حق میں ہو گی اور گواہی اہل طاعت کے حق میں۔ اور دوسری روائت میں آیا ہے۔ من زار قبری کنت لہٗ شفیعًا وشہیدًا۔ **ساتویں** حدیث من زارنی متعمدًا کان فی جواری یوم القیامة ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللّٰہ من الآمنین یوم القیامة **آٹھویں** من حجّ حجة الاسلام وزار قبری وغزی غزوة وصلی فی بیت المقدس لم یسأل اللّٰہ عزوجل فیما افترض علیه اس حدیث سے حج زیارت روضہ۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ نماز بیت المقدس سب کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ **نویں حدیث**۔ من حجّ الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت له حجتان مبرورتان۔ اور حج مبرور کی جزا جنت ہے۔ اور حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں۔ جو

پاک ہو محرمات سے۔ اور منہیات شرعی سے اور ریا اور سمع کو اس میں دخل نہ ہو۔ اور حقیقت میں حج مبرور وہی ہے۔ جو خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں مقبول ہو۔ اور یہ موقوف ہے خدا کے فضل پر۔

دسویں حدیث - من زارنی میتًا فکانما زارنی حیًا ومن زار قبری وجبت له شفاعتی یوم القیامة وما من احدٍ من امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس له عذر۔ اور معنے اس حدیث کے شامل ہیں۔ پہلی اور چوتھی حدیث کے مضمون کو خلاصہ حدیث خامس کا ہے۔ **گیارہویں** حدیث۔ حضرت علی رضہ امیر المومنین سے روایت ہے۔ من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی۔

بارہویں - من سال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدرجة والوسیلة حلت له شفاعته یوم القیامة ومن زار قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس حدیث میں ایک نئی بات یہ ہے۔ کہ جو شخص حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے درجہ اور وسیلہ مانگے۔ اسطور پر کہ اللّٰھم ات سیّدنا محمدن الوسیلة والدرجة الرفیعة۔ تو اسکی شفاعت آپ کرینگے۔

ان احادیث کے ساتھ ایک ضروری حدیث لا تجعلوا قبری عیدًا (یعنی نہ بناؤ تم لوگ میری قبر کو عید) کا لکھنا ہی قرین مصلحت ہے۔ اور اسی کو ہمارے وہابی دوست بہت زور شور سے بیان کیا کرتے ہیں۔ حافظ منذری لکھتے ہیں کہ احتمال رکھتا ہے۔ کہ مراد اس سے ترغیب ہے۔ کثرت زیارت کی۔ اور اشارہ ہو اس بات کیطرف کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو مثل عید کے نہ ٹھیراؤ۔ کہ سال بھر میں ایک دو بار سے زیادہ نہیں آتے۔ اور سبکی رحمۃ اللہ نے کہا ہے۔ کہ مراد منع تعیین وقت ہے زیارت کیواسطے جیسا کہ عید کے واسطے متعیّن روز اور وقت ہوتا ہے۔ بلکہ تمام سال اور مدت عمر وقت زیارت ہے۔ یا مراد تشبیہ ہے عید کے ساتھ اظہار زینت سو یہ غیر مناسب ہے (از کتاب جذب القلوب مؤلف شیخ عبد الحق دہلوی)

عذاب قبر اور میّت کا احساس

عذاب قبر کے ثبوت میں ضرورت اس امر کی نہیں ہے کہ ہم تفصیل سے بحث کریں۔ ہر نماز میں دعا اس امر کی طلب کیجاتی ہے۔ اللّٰھم انی اعوذ بک من عذاب القبر۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی

معمول تھا۔ کہ آپ اکثر اوقات عذاب قبر سے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں آیت یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرہ۔ عذاب قبر کی نسبت نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ ذیل کی حدیث شریف سے اس امر کا پختہ ثبوت موجود ہے۔ عن البراء بن عازب عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ قال المسلم اذا سئل فی القبر یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ فذلک قولہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ وفی روایۃ عن النبی صلعم قال یثبت اللہ الذین اٰمنوا نزلت فی عذاب القبر یقال لہ من ربک فیقول ربی اللہ ونبیی محمد صلے اللہ علیہ وسلم متفق علیہ اور لکھا ہے کہ قول ثابت سے آیت میں یہی کلمہ شہادت مراد ہے۔ کہ مومن قبر میں پوچھا جاتا ہے۔ کہ کون ہے پروردگار تیرا اور کون ہے پیغمبر تیرا۔ اور کیا ہے دین تیرا۔ پس اس شہادت میں جواب ان تینوں کا ہے۔ اور یہ جو فرمایا۔ کہ ثابت رکھتا ہے۔ اللہ مومن کو ساتھ بات محکم کے زندگانی دنیا میں اور آخرت میں پس ثابت رکھنا تو آخرت میں معلوم ہوا۔ کہ اسطرح جواب دینگے اور نجات پاوینگے۔ اور ثابت رکھنا دنیا میں یہ ہے۔ کہ اسی اعتقاد پر قایم رکھتا ہے جب امتحان کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ آگ میں ڈالے جاویں۔ کچھ شبہ نہیں لاتے اسمیں۔ (مرقاۃ)

عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولّٰی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعد انہ فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد صلے اللہ علیہ وسلم فاما المومن فیقول اشھد انہ عبد اللہ ورسولہ فیقال لہ انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک اللہ بہ مقعدًا من الجنۃ فیرٰھما جمیعًا واما المنافق والکافر فیقال لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل فیقول لا ادری کنت اقول ما یقول الناس فیقال لہ لا دریت ولا تلیت ویضرب بمطارق من حدید ضربۃ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ غیر الثقلین متفق علیہ ولفظہ للبخاری۔ بخاری ومسلم میں حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے۔ اور اسکے دوست احباب سب واپس آجاتے ہیں۔ تو وہ انکے پاؤں کی چاپ (جوتیوں کی آواز) سنتا ہے۔ اسوقت اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اور اسے بٹھلاتے ہیں۔ اور سوال جواب کرتے ہیں۔ کہ تو فلاں شخص یعنی

حضرت محمد مصطفےٰ کی بابت کیا جانتا ہے۔ مومن بندہ کہتا ہے۔ کہ وہ خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ اور اسے دوزخ دکہائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ٹھکانا تہا تمہارا سو اللہ تبارک تعالےٰ نے جنت میں بدل دیا۔ اور کافر کہتا ہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ یا کہتا ہے۔ کہ جیسا کہ لوگ کہتے تھے۔ میں کہتا تہا۔ اسپر اسے کہا جاتا ہے۔ کہ تو نے کچھ نہ جانا۔ اور کچھ نہ سمجھا۔ بعدہ اسے لوہے کی گرز دونسے مارا جاتا ہے۔ اور وہ زور سے چیختا ہے۔ مگر جنات اور انسان اسکی آواز نہیں سن سکتے۔ لکھا ہے۔ کہ یہ آواز اسلئے نہیں سنتے۔ کہ سننے میں ایمان بالغیب جاتا رہتا ہے۔ اور سلسلہ معیشت کا منقطع ہوتا ہے۔

وعن عائشۃ ان یھودیۃ دخلت علیھا فذکرت عذاب القبر فقالت لھا اعاذک اللہ من عذاب القبر فسالت عائشۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر متفق علیہ۔ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے۔ کہ ایک عورت یہودیہ نام میرے پاس آئی۔ اور عذاب قبر کا تذکرہ کیا۔ اور مجھے کہا۔ کہ خدا تجھے عذاب قبر سے امان دیوے۔ پس حضرت عائشہ رضہ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ عذاب قبر ہوتا ہے؟ آپنے فرمایا۔ کہ عذاب قبر حق ہے۔ بی بی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ اسدن کے بعد آپ ہمیشہ ہر نماز میں عذاب قبر سے امان کی دعا مانگتے رہے۔ عثمان انہ کان اذا وقف علی قبرٍ بکی حتّٰی یبُل لحیتہٗ فقیل لہ تذکر الجنۃ والنار فلا تبکی وتبکی من ھذا فقال ان رسول اللہ صلعم قال ان القبر اوّل منزلٍ من منازل الاخرۃ فان نجی منہ فما بعدہٗ ایسر منہ وان لم ینجُ منہ فما بعدہٗ اشد منہ۔ حضرت عثمان غنی جب کسی قبر پر بیٹہتے تھے۔ تو اتنا روتے تھے۔ کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی ہے۔ پس آپ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ دوزخ اور بہشت کا ذکر سنکر تو نہیں روتے یہ کیا وجہ ہے۔ آپنے فرمایا۔ کہ بھائیو۔ یہ پہلی منزل ہے۔ اگر یہاں سے خلاصی پائی تو آگے آرام ہی آرام ہے۔

مال و اولاد تری قبر میں جانیکی نہیں	تجھکو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانیکی نہیں
جز عمل تیرا وہاں کوئی مددگار نہیں	کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

وعنہ قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ بالتثبیت فانہٗ الان یسأل رواہ ابوداؤد۔

اور انہی سے روایت ہے۔ کہ جب آپ (رسول اللہ صلعم) میت کے دفن کرانے سے فارغ ہوتے۔ تو توقف کرتے۔ اور لوگوں سے فرماتے۔ کہ اپنے بھائی کیواسطے استغفار طلب کرو۔ اور یہ کہ اب سوال و جواب ہو نگے۔ خداوند کریم اسے استقامت نصیب فرماوئے۔

طالب حق کے واسطے اسقدر بیان عذاب قبر کا کافی ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ اگر نئی روشنی کے نوجوان کہیں۔ کہ ہمیں تو عینی شہادت درکار ہے۔ عذاب قبر دکہاؤ دوسواسکے واسطے اوپر بیان ہو چکا۔ کہ اگر عذاب قبر مشاہدہ میں آسکتا۔ تو لوگ دنیا میں سخت بیتاب ہو جاتے اور عذاب قبر کے خوف سے کوئی کاروبار نہ کرتے۔ اس میں ہی ایک حکمت ہے۔ لیکن آپنے کئی دفعہ مشاہدہ کیا۔ کہ کفار کو قبروں میں عذاب قبر ہو رہا تھا۔ اور کتب بزرگوں کی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے بزرگوں نے مشاہدہ کیا۔ کہ بعض قبروں میں کثرت سے بچھو نکلے۔ سانپ کاٹ رہے تھے

ایک لطیفہ یاد آگیا۔ حضرت امیر عمر رضہ کے عہد خلافت میں ایک شخص کوئی پرانی کہوپری قبرستان سے یا کہیں سے اُٹھالایا۔ اور حضرت امیر عمر سے پوچھا۔ کہ آپ کہتے ہیں۔ کہ مرنے کے بعد عذاب قبر ہوتا ہے۔ اور آگ میں کافروں کو پھینک دیا جاتا ہے۔ اس کھوپری کی کیا کیفیت ہے حضرت عمر خاموش ہو گئے۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ سایل نے کہا۔ کہ چقماق آپنے فرمایا۔ کہ دکہا اس میں آگ کہاں ہے۔ تو کیا جانے کہ اس کہوپری میں آگ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضہ یہ برجستہ جواب سنکر حیران رہگئے۔ اور حضرت علی رضہ کی ازحد تعریف کی۔ اب اس امر کا بیان لکہا جاتا ہے۔ کہ زائرین جب کسی کی قبر پر جاتے ہیں۔ تو اہل قبور کو آنیوالے شخص کی اطلاع ہو جاتی ہے اور وہ اگر دنیا میں انکا واقف ہوتا ہے۔ تو الفت کرتا ہے۔ اور اگر اسپر اگر سلام کوئی کہے۔ تو وہ جواب سلام کا کہتے ہیں۔

کیا زیارتِ قبور کا اہلِ قبور کو علم ہوتا ہے

یہ ایک سوال ہے۔ کہ اگر نئی روشنی والے اصحاب سے دریافت کیا جاوے۔ کہ قبر پر جانیسے اہل قبور کو کچھ اطلاع ہوتی ہے۔ تو وہ اسکا جواب فوراً نفی میں دینگے۔ کیونکہ عقلاً یہ امر کہ اہل قبور کچھ سن سکیں یا ان کو احساس ہو۔ قریباً غیر ممکن ہے۔ لیکن جنکا اعتقاد مُخبر صادق مُحمد الحیؐ مولیٰت دیگر

المیت من الحی" پر ہے۔ اور وہ یہ جانتے ہیں۔ کہ انسان پہلے نہ تھا۔ انسان کیا کائنات دنیا تھی۔ اُس مالک نے لفظ کُن سے اس دنیا کو پیدا کیا۔ پھر خاک کے پتلے سے آدم کا خمیر تیار کیا۔ اور پھر توالد و تناسل کا ایک ایسا عجیب سلسلہ قایم کر دیا۔ کہ انسانی محدود عقل کی کیا بساط ہے۔ کہ اسکی ماہیت کو پہنچ سکے اسوقت علم مسمریزم لوگوں کو حیران کر رہا ہے۔ تار برقی کے کرشمے انسانی عقل کو چکر میں ڈالتے ہیں ایسے ایسے ڈاکٹر موجود ہیں۔ کہ مردہ بلی میں انجیر وغیرہ ڈال کر اسے چند منٹ گویا زندہ کر دیتے ہیں۔ ہوائی جنگی جہازوں کا چلانا حال کی ایجاد ہے۔ انسان کیواسطے اڑنیکے پر لگانا تازہ اختراع ہے جو چار پانچ سال کے بعد عالم ظہور میں آکر دنیا میں ایک عجیب انقلاب پیدا کرنیوالا ہے۔ ان سب سے بعد تو نکے ہوئے کیا قادر مطلق سے یہ امر ناممکن ہے۔ کہ وہ اہل قبور میں ایسی طاقت پیدا کر سکے۔ کہ وہ احساس کرتے ہوں۔ میرے دوستو! دو چار منٹ کے واسطے اپنی منطق کو ذرا اعتقاد کا قفل لگا کر ذرا سوچیں۔ کہ اگر عذاب قبر برحق ہے۔ اگر منکر نکیر کے سوال جواب پر آپکا اعتقاد ہے۔ اگر آپ حشر اجساد کے قایل ہیں۔ اگر عالم برزخ کوئی چیز ہے۔ تو کیا یہ قرین قیاس نہیں۔ کہ اہل قبور کو کچھ احساس ضرور ہو۔ خصوصاً جب نص قرآنی ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ ۔ اس پر بھی اگر آپ کا یقین نہیں کرتا۔ تو آیئے۔ احادیث مطالعہ فرمایئے۔ اگر آپ سرور کائنات کی امت میں داخل ہیں۔ تو یقین ہے کہ آپ کا اعتقاد درست ہو جائیگا۔ ورنہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

اخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من رجل یزور قبر اخیہ ویجلس الیہ الا استأنس ورد علیہ حتی یقوم واخرج ایضاً والبیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃ رض قال اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام۔

واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمہید عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام صححہ عبد الحق۔ واخرج ابن ابی الدنیا فی القبور والصابونی فی المأتین عن ابی ہریرۃ مرفوعاً عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال قال ما من عبد یمر علی قبر رجل یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام۔

واخرج العقیلی عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فھل
من کلام اتکلم بہ قال اذا مررت علیھم قال قل السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین و
المؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ قال ابو رزین یا رسول اللہ
یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا قال یا ابا رزین الا ترضی ان یرد
علیک بعددھم من الملئکۃ قال قولہ لا یستطیعون ان یجیبوا ای جوابا یسمعہ الحی والا
فھم یردون حیث لا نسمع۔ واخرج احمد والحاکم عن عائشۃ قالت کنت ادخل البیت
فاضع ثوبی واقول انما ھو ابی وزوجی فلما دفن عمر معھم ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ
علی ثیابی حیاء من عمر۔ واخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر وقال مر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم علی مصعب بن عمیر حین رجع من احد فوقف علیہ وعلی اصحابہ فقال اشھد
انکم احیاء عند اللہ فزوروھم وسلموا علیھم فوالذی نفسی بیدہ لا یسلم علیھم احد الا
ردوا الی یوم القیامۃ۔ واخرج الحاکم وصححہ والبیھقی عن ابی ھریرۃ رضؓ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم انہ وقف علی مصعب بن عمیر حین رجع من احد فوقف علیہ وعلی اصحابہ فقال
اشھد انکم احیاء عند اللہ فزوروھم وسلموا علیھم فوالذی نفسی بیدہ لا یسلم علیھم احد
الا ردوا علیہ الی یوم القیامۃ وفی الاربعین الطائیۃ روی عن النبی صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم انہ قال انس ما یکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا
واخرج ابن ابی الدنیا والبیھقی فی الشعب عن محمد بن واسع قال بلغنی ان الموتی
یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوم قبلہ ویوما بعدہ۔ واخرج ایضا عن الضحاک قال
من زار قبرا یوم السبت قبل طلوع الشمس علم المیت بزیارتہ قیل لہ وکیف ذلک
قال لمکان یوم الجمعۃ۔ **وروی** عن انس بن مالک رضؓ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ما من عبد مسلم وقف علی قبر مسلم فقال الحمد للہ الذی لا یبقی الا وجھہ ولا یدوم
الا ملکہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الھا واحدا احدا فردا صمدا
وترا لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا ولم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد واشھد ان
محمدا عبدہ ورسولہ جزی اللہ محمدا عنا خیرا جزی اللہ محمدا عنا ما ھو اھلہ

غفر اللہ للمیت ذنوب خمسین سنہ وکُتِبَ للقائل خمسا واربعین الف حسنۃ ومحی
عنہ خمسا واربعین سیئۃ ورفع لہ خمسا واربعین الف درجہ وعن الحسن البصری رض
من دخل المقابر فقال اللّٰھم رب ھذہ الاجساد البالیۃ والعظام النخرۃ التی خرجت من
الدنیا وھی بک مومنۃ ارسل علیھا سلاما منی وروحًا منک الا استغفر لہ کل میت
من خلق اللہ الارض ذکرہ فی کتاب افعال البر وعن الفقیہ ابراھیم بن سلم یرفعہ الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم من مر بمقبرۃ فقال اللّٰھم رب ھذہ الاجساد الخ ارسل علیھم روحًا
منک وسلاما منی کتب اللہ لہ عبادۃ اربعین سنۃ صیام نھارھا وقیام لیالیھا۔ ط

ترجمہ ابن ابی دنیا نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ
جب کوئی مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی قبر پر جاتا ہے۔ تو صاحبِ قبر کو اطلاع ہو جاتی ہے اور وہ اُنس پکڑتا
ہے۔ اور (سلام کا) جواب دیتا ہے۔ یہانتک کہ وہ واپس آتا ہے۔ اور ابن ابی دنیا اور بیہقی نے شعب الایمان
میں ابی ہریرہ سے نقل کیا ہے۔ کہ جب کوئی مرد کسی ایسی قبر پر جاوے۔ جسکو دنیا میں پہچانتا تھا۔ اور اسپر
سلام کہے۔ تو صاحب قبر سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور اسکو پہچانتا ہے۔ اور اگر کسی ایسی قبر پر جاوے۔
جسے نہ جانتا ہو۔ اور سلام کہے۔ تو صاحب قبر سلام کا جواب دیتا ہے۔ **اور عبد البر** نے کتاب
استذکار و تمہید میں ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کہ جب کوئی مومن کسی ایسے شخص کی قبر سے گذرے۔
جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا۔ اور اسپر سلام کہے۔ تو اُسے وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور اُسے پہچانتا ہے۔
صحیح جانا اسے مولانا عبد الحق نے۔ **اور ابن** ابی دنیا نے کتاب قبور۔ اور مولانا صابونی نے کتاب
مائتین میں حضرت ابی ہریرہ سے مرفوعًا نقل کیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص کسی ایسی قبر سے گذرے جسکا
صاحب اسکا واقف تھا۔ اور اسپر سلام کہے۔ تو وہ صاحب قبر سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور اُسے پہچانتا ہے۔
اور عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رض سے نقل کیا ہے۔ کہ ایک صحابی ابو رزین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا حضرت! میرا راستہ قبرستان میں سے گذرتا ہے۔ کیا کوئی ایسی کلام ہے
جو میں وہاں سے گذرتے ہوئے پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کہا کرو۔ السلام علیکم یا اھل القبور
من المسلمین والمومنین الخ جسکا مطلب یہ ہے۔ کہ اے مومنین و مسلمین اہل قبور تمپر سلام ہو تم
ہمارے سلف تھے۔ اور ہم تمہارے تبع ہیں۔ تحقیق کہ ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

(عنقریب ہم بھی تمہارے ساتھ اہل قبور میں داخل ہونگے) ابورزین نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ۔ یہ اہل قبور سنتے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ کہ ہاں ابورزین سنتے ہیں۔ لیکن جواب نہیں دے سکتے۔ اسکے بعد آپنے فرمایا کہ یا ابا رزین کیا تو نہیں چاہتا ہے۔ کہ اصحاب قبور کی تعداد میں ملائکہ تم پر سلام کہیں۔ کہا گیا ہے۔ کہ لا یستطیعون ان یجیبوا کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ ایسا جواب نہیں دے سکتے۔ جو کہ لوگوں کو سنا جاوے۔ ورنہ وہ جواب تو دیتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث سے ثابت ہوا۔ مگر انکا جواب ہمکو سنائی نہیں دیتا۔ (لیکن اہل اللہ اور صاف باطن لوگ یہ جواب بھی سنا کرتے ہیں)

اور احمد اور حاکم نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ سے نقل کیا ہے۔ کہ آپنے فرمایا۔ کہ میں معمولی طور پر اس حجرہ میں داخل ہوتی تھی۔ جس میں آپکی تربت مبارک ہے۔ اور کہتی تھی۔ کہ یہ میرے والد ہیں۔ اور یہ میرے خاوند ہیں۔ مگر جب حجرہ میں امیر عمرؓ دفن ہوئے۔ تو میں اسطرح کبھی نہ گئی۔ بلکہ اچھی طرح کپڑے سے بدن کو اور منہ کو ڈھانک کر جاتی تھی۔ کیونکہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ سے حیا مانع تھی کہ سامنے ہوؤں۔

اور طبرانی نے اپنی کتاب الاوسط میں ابن عمرؓ سے روائت کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب احد سے پھرے تو مصعب بن عمیر کی قبر سے گذرے۔ اور کھڑے ہوکر فرمایا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں اس امر کی۔ کہ یہ شہید زندہ ہیں۔ پس اے لوگو! انکی زیارت کیا کرو۔ اور انپر سلام کہو۔ پس مجھے اپنے خالق کی قسم ہے۔ کہ جو کوئی ان پر سلام کہیگا۔ قیامت تک سلام کا جواب ملیگا۔ اور بعینہ یہی حدیث حاکم سے مروی ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابی ہریرہؓ سے بھی روائت کیا ہے مضمون بالکل ایک جیسا ہے۔ اور طائیہ نے جہل حدیث میں روائت کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی قبر والے سے دنیا میں محبت کرتا تھا۔ اب اسکی قبر پر آئے۔ تو وہ انس کرتا ہے۔

اور ابن ابی دنیا اور بیہقی نے اپنی کتاب میں محمد بن واسع سے روائت کیا ہے۔ کہ مجھے آنحضرت صلعم سے خبر پہنچی ہے۔ کہ اہل قبور کو جمعہ کے دن زائرین کی خبر ہو جاتی ہے۔ اور جمعہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن پیچھے بھی انکو خبر ہوتی ہے۔ کہ فلاں شخص ہماری زیارت کو آیا ہے۔

اور انہی نے ضحاک سے نقل کیا ہے۔ کہ جو شخص شنبہ کے روز سورج نکلنے سے پہلے کسی قبر کی زیارت کو جائے۔ تو صاحب قبر کو اسکی زیارت کی خبر ہو جاتی ہے۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ کسطرح؟ تو کہا۔ کہ یوم جمعہ کی برکت اور قربت کے سبب۔ اور انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہ جبکوئی مومن

کسی دوسرے مومن کی قبر پر جاوے۔ اور یہ کلام پڑھے۔ الحمد للّٰہ الذی لا یبقی الا وجہہ ولا یدوم
الا ملکہ واشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ لا شریک لہ الٰھًا واحدًا احدًا فردًا صمدًا وترًا
لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدًا ولم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد واشہد ان محمدًا
عبدہ ورسولہ جزی اللّٰہ محمدًا عنا خیرًا جزی اللّٰہ محمدًا عنا ما ھو اھلہٗ۔ تو اللہ تبارک و تعالےٰ
اس قبر والے کے پچاس سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور پڑھنے والے کے واسطے پینتالیس ہزار نیکیاں لکھی
جاتی ہیں۔ اور پینتالیس ہزار درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ اور حضرت امام حسن بصری رح سے منقول ہے۔ کہ
جو شخص قبرستان میں سے گذرے۔ اور یہ کلام پڑھے۔ اللّٰھم رب ھذہ الاجساد البالیۃ و
العظام النخرۃ التی خرجت من الدنیا وھی بک مومنۃ ارسل علیھا سلامًا منی وروحًا
منک۔ تو خداوند کریم اس کلام کی برکت سے سبکو بخش دیگا۔ اور یہ حدیث فعال البر کتاب میں بھی مذکور ہے
اور فقیہہ ابراہیم بن سالم سے مروی ہے۔ اور وہ اُسے آنحضرت صلعم تک پہنچاتا ہے۔ کہ جب کوئی
شخص مومن قبرستان سے گذرے۔ اور یہ کلام پڑھے۔ اللّٰھم رب ھذہ الاجساد البالیۃ الخ
اور کہے۔ ارسل علیھم روحًا منک وسلامًا منی۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ چالیس سال کی عبادت
اسکے واسطے لکھدیتا ہے کہ جسکا دن تو صوم سے گذرتا ہو۔ اور رات قیام میں گذرے۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح لکھتے ہیں۔ ہمکو یقین ہے اس بات کا کہ مردہ قبر میں زندہ ہوتا ہے جیسا
کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اور کوئی حدیث اس بات میں وارد نہیں ہوئی۔ کہ بعد زندہ ہو جانیکے
پھر دوسری دفعہ قبر میں مرجاتا ہے۔ بلکہ نعیم قبر اور عذاب قبر کو قیام قیامت تک ادراک کرتا ہے۔
اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ادراک کرنا بشرط حیات ہے کفایت کرتی ہے حیات کسی ایک جز میں
ہاں حیات دنیاوی مقتضی غذا کی ہے۔ اور یہ نہیں۔ انہ علی کل شیئ قدیر۔ طالب حق کے
واسطے تو ایک نکتہ اور اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ مگر ہم نے تو اتمام حجت کے واسطے بہت سی احادیث
جمع کردی ہیں۔ اور اب وہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ کہ جو قول فیصل کا حکم رکھتی ہے۔ وھو ھذا۔
عن عمر قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یا فلان بن فلان یا فلان بن فلان
ھل وجدتم ما وعدکم اللّٰہ ورسولہ حقًا فانی قد وجدت ما وعدنی اللّٰہ حقًا
فقال عمر یا رسول اللّٰہ کیف تکلم اجسادًا لا ارواح فیھا۔ فقال ما انتم باسمع لما اقول

منہم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علیّ شیئاً رواہ مسلم۔

صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے جنگ بدر کے دن جبکہ بڑے بڑے کافر مثلاً ابوجہل وغیرہ مقتول ہوئے۔ انکی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ اے فلاں بن فلاں۔ کیا تمہیں اللہ اور رسول نے جو وعدہ دیا تھا۔ وہ تمہیں مل گیا ہے۔ کیونکہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو وعدہ دیا تھا۔ (کہ تیرے دشمن مقتول اور برباد ہونگے) مل چکا ہے۔ اس موقعہ پر حضرت امیر عمرؓ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ ان مردہ جسموں کے ساتھ جن میں روح نہیں ہے۔ کسطرح کلام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ تم سے بھی زیادہ سُن رہے ہیں۔ مگر فرق یہ ہے۔ کہ یہ ایسا جواب نہیں دے سکتے۔ جو تم سن سکو۔

معزز ناظرین غور کرنیکا مقام ہے۔ کہ وہ کافر جو مردہ ہو چکے۔ بعد وفات سنتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ پروانگان شمع جمالِ احمدی اور شیدایان روئے جمال احمدی اور بلبلان گلزار سرمدی یعنی اولیائے کرام اور بزرگان اسلام نہ سنتے ہوں۔ علمانے اس حدیث سے اس بات کا نتیجہ نکالا ہے کہ بعد وفات ضرور کوئی نہ کوئی خداوند کریم ایسا حس اہل قبور میں ودیعت کر دیتا ہے جس سے وہ زائرین کو دیکھتے اور انکا کلام سنتے ہیں۔ بلکہ جواب بھی دیتے ہیں۔ مگر ہم لوگ جنکے دل ظلمت عصیاں سے خراب ہو گئے ہیں۔ انکی باتیں سننے سے محروم ہیں۔ اور اگر غور سے دیکھا جاوے۔ تو ایسی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ کہ اولیائے کرام نے جو اسوقت صفحہ عالم پر موجود نہیں ہیں۔ خواب میں اپنے خادمان اور معتقدین کو عجیب عجیب قسم کی بشارتیں دی ہیں۔ مثلاً کسی مریض کو عالم رویائے میں دفع مرض کی دعا کی ہے۔ یا کسی مقروض کو قرضہ کی خلاصی کی تدبیر بتائی ہے۔ یا کسی بے اولاد کو اولاد کا مژدہ عطا کیا ہے۔ یا کسی بے روزگار کو روزگار کا راستہ بتایا ہے۔ یا کسی گمراہ کو ہدایت کا راستہ دکھایا ہے۔ یا کسی کو دشمن کے ہاتھ سے بچاؤ کا نسخہ بتایا ہے۔ ایسی باتیں بہت سے لوگوں کے تجربہ میں آئی ہیں۔ اور وہ اگر اپنے اپنے گاؤں میں دریافت کریں۔ تو انکی تسلی ہو جائے گی کہ اولیاء اللہ نے کسطرح بروقت مدد پہنچائی ہے۔ اب ایک اور بحث شروع کیجاتی ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ظاہر بین ہیں اور الفاظ کی ماہیت اور استعمال کیطرف توجہ کرنے کی تکلیف نہیں کرتے۔ معلوم ہو جائے۔ کہ اہل قبور کی نسبت انکے کہانتک ناقص اعتقاد ہیں۔ وہ اپنی عقل کو کامل سمجھ کر اسی سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ حالانکہ انکی عقل محدود اور ناکمل ہے۔ آمدم برمطلب۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ اہل قبور نہیں سن سکتے۔ کیونکہ اگر کوئی لاش یا میت اسی طرح زمین پر پڑی رہے۔ تو یہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔ کہ اس میں حرکت پیدا ہو۔ یا کبھی اس سے ایسی علامت ظاہر ہو جس سے اس بات کا گمان ہو سکے۔ کہ واقعی اس میں کوئی حس ہے۔ خصوصاً جب کسی جسم بے روح کو کاٹا جاوے۔ تو نہ اس سے لہو نکلتی ہے۔ اور نہ اسے درد یا عذاب محسوس ہوتا ہے۔ اس عقلی اور نظری دلیل کے علاوہ چند ایک مقام پر کلام مجید اور فرقان حمید میں ضمناً ذکر آگیا ہے۔ اور ہمارے دوست جہاں کہیں اولیاء اللہ کی کرامات کا ذکر آتا ہے۔ بس انہی آیات کو پیش کر دیتے ہیں۔ کہ جو اولیائے کرام فوت ہو گئے ہیں سو وہ ہرگز نہیں سن سکتے۔ اور اسواسطے انکی قبور پر جانا فضول اور غیر ضروری ہے۔ اور خصوصاً انکی مزار پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا تو سخت بدعت ہے۔ اس موقع پر ہم صاف طور پر لکھ دیتے ہیں۔ کہ ہمارا یہ خیال نہیں ہے۔ کہ قبر میں مردے زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بولتے ہیں یا ہماری طرح وہ زندہ ہیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ انکی ارواح زندہ ہیں۔ اور انکی ارواح کو ہی یہ تمام علم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ارواح کی آمد و شد جسم مردہ یا قبر میں ہوتی رہتی ہے۔ یا خداوند کریم ان کو کوئی ایسی طاقت عطا کرتا ہے۔ جس سے انپر جملہ اوپر کی احادیث عائد ہو سکتی ہیں ورنہ یہ تو ہر ایک جانتا ہے۔ کہ اکثر قبروں میں سے سوائے بوسیدہ ہڈیوں کے کچھ نہیں ملتا۔ لیکن ایسے ہی باکمال ان قبروں میں سوئے پڑے ہیں۔ کہ مٹی اور خاک کی کیا طاقت ہے۔ کہ انکے ایک بال کو بیکار کر سکے۔ عن انس رضہ قال رسول اللہ صلعم الانبیاءُ احیاءٌ فی قبورھم یصلون اور صحیح مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے شب معراج دیکھا۔ کہ وہ قبر میں نماز پڑھتے تھے۔ اس حدیث کو مختلف اصحاب نے روائیت کیا ہے۔ اور یہ مشہور حدیث ہے۔ علاوہ ازیں شہدا کا زندہ ہونا ثابت قرآن مجید سے ہے۔ اور سب علماء کا اتفاق ہے۔

لیکن نوجوان انگریزی خوانوں کو جو ایمان بالغیب کا مسئلہ بخوبی نہیں جانتے۔ قرآن مجید کے چند الفاظ سے ایک غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔ یہ لوگ عربی سے تو قریباً معرا ہوتے ہیں۔ بس ایک لفظ پڑھا اور اسی کا مطلب اخذ کرنے لگے۔ قرآن مجید میں کئی مقام پر آیا ہے۔ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتیٰ اور مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ وغیرہ ہمارے دوست ظاہری الفاظ کا خیال کر کے بس یہی سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ دیکھو قرآن مجید میں صاف منع ہے۔ اہل قبور کہاں سن سکتے ہیں

اول تو ان حضرات سے پوچھنا چاہیے۔ کہ آنحضرت صلعم قرآن کے مطالب زیادہ سمجھ سکتے ہیں یا تم لوگ زیادہ سمجھنے لگے۔ آپکی متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ اہل قبور سب سنتے ہیں۔ یہاں تک کہ چلنے والوں کی جوتی کی آواز بھی سنتے ہیں۔ اگر اہل قبور کا کوئی واقف انکی مزار پر آئے۔ تو اسے پہچانتے ہیں۔ بلکہ متواتر احادیث میں ہے۔ کہ تَزَاوَرُوْنَ اور یَعْلَمُوْنَ وغیرہ۔ تو اب آپ ذرا سوچیں کہ حضرت رسول کریم اور آپکے اصحاب تو یہی تفسیر کریں۔ مگر آپکی تفسیر عقلی عجیب ہے۔ میرے دوست ذرا کلام ربانی کی طرز اور الفاظ کے مطالب و محل استعمال کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ پوری آیت پڑھو۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ط اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (سورہ نمل) تحقیق کہ بات نہیں سنا سکتے مردوں کو یعنی مردہ دل کافر تمہاری بات نہیں سن سکتے۔ اور تم نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار کر جب پھرتے ہیں پیٹھ پھیرے۔ یعنی انکے دلوں کے کان بہرے ہیں۔ اور قرآن سننے سے انکار کرتے ہیں۔ اور منہ پھیرتے ہیں۔ تو بہروں کے مشابہ ہیں۔ نہ سننے میں خصوصاً وہ بہرہ جو پھر جائے۔ اور اپنے پکارنیوالے کی طرف پیٹھ پھیرے۔ اس صورت میں اسکو سنانا بہت مشکل ہے۔ اور اشارہ کنایہ بھی وہ نہیں دیکھتا۔ کہ اشارے سے بات سمجھے اور نہیں تو اے ہمارے حبیب! راہ دکھلانے والا اندھوں کو انکی گمراہی سے اسواسطے کہ ہدایت نہیں حاصل ہوتی۔ مگر چشم بصیرت کی بدولت اور وہ یہ آنکھ نہیں رکھتے۔ نہیں سناتا ہے تو مگر اسے جو ایمان لائے ہماری باتوں کا۔ یعنی یا رسول اللہ تمہاری بات نہیں سنتے مگر ایمان والے۔ تو وہ حکم ماننے والے۔ اور تمہارا کہا یقینی جاننے والے ہیں۔ ؎

زندہ از نفحہائے گلشن قدس	دیدۂ دل کشادہ بر عرفاں	گوش دل را نہادہ بر فرماں
بر قل اللہ ثم ذرہم ہے	بردہ انداز مضائق لاشے	معتکف در فضائے عالم انس

(تفسیر حسینی اردو صفحہ ۱۸۵ اب) صاحبان بصیرت سے مخفی اور پوشیدہ نہ رہیگا۔ کہ اسجگہ موتی سے مراد دل کے مردہ ہیں اور لفظ عمی سے مراد دل کے اندھے ہیں۔ کیونکہ اگر ظاہری معنی لئے جاویں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ کل اندھے اسلام پر نہیں ہیں۔ آگے ان تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ نے پوری تشریح کردی کہ موتٰی صم عمی کے بیان کرنیکا کیا مدعا تھا۔ یہ تو بالکل صاف مضمون ہے۔ مفسرین نے ٹھیک معانی لکھے ہیں جیسا کہ تفسیر کا ترجمہ پڑھنے سے صاف ثابت ہوگیا۔ اسی طرح یہ آیت وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی

فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا کے اگر لفظی معنے لئے جاویں۔ تو نعوذ باللہ یہ کہنا پڑیگا۔
کہ حضرت شعیب علیہ السلام اور دیگر بزرگ گویا قیامت کو نابینا ہونگے۔ حالانکہ کسی پیغمبر کیواسطے ایسا
اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ اسجگہ اندھا ہونا دل کا اندھا ہونا ہے۔ کلام پاک میں پڑھیے۔ ختم اللہ علٰی
قلوبھم وعلٰی سمعھم وعلٰی ابصارھم غشاوۃ۔ سے مراد وہ مُہر ہے۔ جو معنوی ہے کیونکہ کبھی نہیں
دیکھا گیا۔ کہ کسی کافر کے کان پر مُہر لگی ہو۔ پڑھیے کلام پاک میں کفار کی طرف اشارہ ہے۔ اَمْ لَھُمْ
اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَا اَم لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین یبصرون بھا۔ (سورہ اعراف رکوع ۲۴)
کیا کفار کے واسطے پاؤں ہیں؟ جن سے چلتے ہیں؟ اور کیا ہاتھ ہیں؟ جن سے پکڑتے ہیں؟ اور کیا آنکھیں
ہیں؟ جن سے دیکھتے ہیں۔ اب اگر ظاہری الفاظ کو لیا جاوے۔ تو کیا ابوجہل کے پاؤں نہ تھے۔
یا ابولہب کی آنکھیں نہ تھی۔ اسجگہ پاؤں سے مراد عقل کے پاؤں ہیں۔ اور ہاتھوں سے بھی مراد
سعادت کے ہاتھ اور آنکھوں سے عقل کی آنکھیں مراد ہیں پڑھیے کلام پاک میں۔ ومثل
الذین کفروا کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء ونداء صم بکم عمی فھم لا
یعقلون۔ ایک اور مقام پر تلاوت کرو۔ انا جعلنا علٰی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اٰذانھم
وقرا سورہ کہف۔ کہ ہم نے انکے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور کانوں میں بہرہ پن ہے۔ اسجگہ بھی
لفظی معنے مراد نہیں ہیں۔ بلکہ وہی مطلب ہے جو اوپر لکھا گیا۔ افانت تسمع الصم او تھدی العمی
ومن کان فی ضلال مبین (سورہ زخرف رکوع ۴) لفظ صم سے ازلی بہرہ اور عمی سے عقل کا اندھا مراد
ہے۔ جنکی تقدیر میں ایمان نہیں۔ انک لا تسمع الموتٰی ولا تسمع الصم الدعاء وما یستوی
الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور۔ اب دیکھیے
کہ اسجگہ موتٰی کے لفظ سے کیا مراد ہے۔ وہی مراد ہے۔ جو لفظ صم۔ عمی سے مراد ہے اور احیاء اور اموات
کا مقابلہ بھی یہی ہے۔ کہ احیاء سے مراد وہ لوگ ہیں جنکے دل انوار ایمان سے زندہ ہیں۔ اور مُردے
وہی ہیں۔ جنکے دل مردہ ہیں اور یضل من یشاء ویھدی من یشاء کا مضمون ہے۔ اور ان اللہ یسمع من یشاء نے اسکی تفسیر کردی کہ انبیاء علیہم السلام
کا کام تبلیغ تھا۔ وما علینا الا البلاغ۔ آنحضرت صلعم اہل قبور کیواسطے مبعوث نہیں ہوئے۔ اور نہ
وہ ازلی کافروں کو اسلام پر لا سکتے تھے۔ لفظ موتٰی بھی غور طلب ہے۔ پڑھو قرآن پاک میں والذین
یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون۔ اموات غیر احیاء وما یشعرون

ایّان یُبعثون - ترجمہ - اور وہ باطل خدا جنکو خدائی کے ساتھ مکے کے کافر پکارتے ہیں - یعنی پوجتے ہیں - سوا خدا کے نہیں پیدا کرتے ہیں کچھ یعنی نہیں پیدا کر سکتے ہیں - اور کیونکر پیدا کریں - حال یہ ہے - کہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں - اور جو مخلوق ہوتا ہے - وہ اپنے پیدا ہونے میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے - اور جو محتاج ہوتا ہے - وہ ممکن ہوتا ہے - اور خالق واجب الوجود ہے - تو وہ مخلوق حق تعالیٰ کی شرکت کے لائق نہیں ہیں - اور وہ باوجود مخلوق ہونیکے مرے ہیں - نہیں زندے - اور نہیں جانتے کہ کب اُٹھائی جاوینگے - اور معبود ایسا ہونا چاہئے - جو اپنے بندوںکے حشر کا جاننے والا ہو - اور انہیں جزا دینے پر قادر ہو - فیض علی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے - کہ قیامت کے دن بتوں میں روح ڈال کر حق تعالیٰ اُٹھائیگا - تاکہ اپنے پرستش کرنیوالوں پر تبرا کریں (تفسیر قادری حسینی) اس آیت کے لکھنے سے میرا یہ مقصد تہا - کہ بعض لوگ جو اس آیت سے اولیائے اللہ کا پکارنا وغیرہ مراد لیتے ہیں انکو اسکا شان نزول معلوم ہو - اب آگے چلئے - قد یئسوا من الاخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور - یعنی وہ قوم آخرت سے ایسی نا امید ہوئی ہے - کہ جیسا کفار اہل قبور کے حشر و نشر سے نا امید ہیں - اور اگر مِن کا لفظ کفار اہل قبور کیطرف لگایا جاوے یعنی کما یئس الکفار الذین فی القبور من الرحمۃ تو مطلب زیادہ صاف ہوتا ہے - اور اسی کو اکثر مفسرین نے لیا - یعنی کفار کے دل میں یہ اطمینان تھا - کہ یہ بت جن کی ہم پوجا کرتے ہیں - ہمکو عذاب سے چھڑا لینگے - اور نجات کا پروانہ ملجائیگا - مگر جب قبر میں پہنچے - اور عذاب الٰہی نازل ہوا - تو وہ بالکل نا امید ہو گئے - کہ وہ ہمارا اعتقاد باطل تھا - اگر کوئی خوش اعتقاد یہ کہے - کہ کفار اہل قبور سے نا امید ہیں کہ وہ کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے - مگر مومن نیک بندوں کے روح سے خواہ وہ اصحاب قبور میں داخل ہو چکے ہیں - فائدہ کی اُمید رکھتے ہیں - تو یہ اسکی خوش اعتقادی ہے - ورنہ اسجگہ یہ مطلب نہیں -

اب میں آخری آیات لکھکر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں - افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق کمن ھو اعمیٰ - کیا وہ شخص جو آپ کو کچھ کلام اترتا ہے - منجانب اللہ سمجھتا ہے اسطرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہے - یعنی امیر حمزہؓ ابو جہل سے نسبت رکھتا ہے - صاف معلوم ہو گیا کہ اعمیٰ کا لفظ قرآن مجید میں دل کے اندھوں کے واسطے استعمال ہوتا ہے - ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون یعنی دل سے نہیں سنتے

اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ج فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ○ ع + سورہ حج

سمع موتی کے متعلق حضرت زبدۃ المشائخ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے اپنے رسالہ وما اھل لغیر اللہ بہ میں دلچسپ بحث لکھی ہے۔ ایک نکتہ کبھی بھولیگا۔ کہ مراد نفی اسماع ہے۔ نہ نفی سمع۔ مراد از ہمیں موتی میت بموت قلبی است۔ اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات الایہ سیپارہ ۸ رکوع ۲۔ انتھی کلامہ۔

اب میں دوبارہ ایک حدیث نقل کرتا ہوں۔ جو اہل ایمان کیواسطے کافی ہے۔ واخرج الشیخان عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم وقف علی قتلی بدر فقال یا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا فانی وجدت ما وعدنی ربی حقا فقال عمر رض یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علی شیئا۔ حضرت انس رض سے مروی ہے۔ کہ آپ بدر کے مقتول کفار کی لاشوں پر کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اے فلاں بن فلاں ابوجہل وغیرہ جو وعدہ تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا تھا کیا وہ پورا ہوا تم سے۔ پس تحقیق مجھے وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ جسکا وعدہ میرے رب نے میرے ساتھ کیا تھا۔ حضرت عمر موجود تھے۔ بولے۔ یا رسول اللہ۔ آپ کسطرح کلام کرتے ہیں۔ ان بیجان اجساد سے۔ آپنے فرمایا۔ کہ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔ مگر فرق یہ ہے۔ کہ یہ جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے یعنی جسے سب لوگ سن سکیں۔ اسی طرح ام محجن کی قبر والی حدیث کئی اصحاب سے مروی ہے۔ کہ آپ اس عورت کی قبر پر کھڑے۔ اور پوچھا۔ ای العمل وجدت افضل قالوا یا رسول اللہ اتسمع قال ما انتم باسمع منھا فذکر انھا اجابتہ قم المسجد۔ آپ نے پوچھا کہ اے ام محجن تو نے اپنے کونسے عمل کو افضل پایا۔ اصحاب موجودہ نے عرض کیا۔ کہ کیا (جو مردہ ہو اور قبر میں دفن ہو) یہ سنتی ہے۔ آپنے فرمایا کہ تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ اُس نے مجھے جواب دیا ہے کہ مسجد کا جھاڑو دیں کیا کرتی تھی۔ یہی عمل سب سے زیادہ مقبول ہوا۔ مبارک تھی وہ عورت جس کی قبر پر آپ کھڑے ہوئے۔ سبحان اللہ۔ میرے انگریزی خیال دوستو! کیا اب بھی آپ کی تسلی نہیں ہوئی۔ قال السلفی عود الروح الی الجسد فی القبر ثبت علی الصحیح لجمیع الموتی وانما الخلاف فی استمرارھا فی البدن وھو ان البدن یصیر حیا بھا کحالۃ فی الدنیا او حیاۃ بدونھا وھی حیث یشاء اللہ فان ملازمۃ الحیاۃ للروح امر عادی لا عقلی فھذا وان البدن یصیر حیا کحالۃ فی الدنیا مما یجوزہ

العقل فان صح به سمع اتبع وقد ذکرہ جماعۃ من العلماء ویشھد له صلاۃ موسی فی قبرہ فلا تستدعی جسدا حیا وکذالک الصفات المذکورات فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلھا صفات الاجساد ولا یلزم من کونھا حیاۃ حقیقۃ ان تکون الابدان معھا کما فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب وغیر ذلک من صفات الاجسام التی تشاھدھا بل یکون لھا حکم اخر واما الاول کالعلم والسماع فلا شک ان ذلک ثابت لجمیع الموتی ھذا کلام السبکی۔ **قال** الیافعی مذھب اھل السنۃ ان ارواح الموتی ترد فی بعض الاوقات من علیین او من سجین الی اجسادھم فی قبورھم عند ارادۃ اللہ تعالی وخصوصا لیلۃ الجمعۃ ویجلسون ویتحدثون وینعم اھل النعیم ویعذب اھل العذاب مادام فی علیین او سجین وفی القبر یشترک الروح والجسد۔

کیا صاحب قبر سے فیض حاصل ہوتا ہے

اس مضمون کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اول یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی مزارات متبرکہ سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ شہداء اہل قبور کی زیارت سے کچھ فائدہ کی امید ہے۔ سوم صالحین کی تربت منورہ سے استمداد کی توقع ہے یا نہیں سو اسپر علما کا اتفاق ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی مزارات متبرکہ سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اور انکو یعنی انبیا علیہم السلام کو وسیلہ لانا درست ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں احادیث و آثار موجود ہیں اور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ روزمرہ اذان کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے۔ اس میں آنحضرت صلعم کو وسیلہ ٹھیرانیکا سوال ہے۔ اللھم ات محمد الوسیلۃ اسکے علاوہ احادیث میں بہت کچھ بیان ہے۔ مگر ہم ثبوت کیواسطے شیخ عبد الحق رح محدث دہلوی (جو ہندوستان بھر کے ممتاز عالم علم حدیث کے ہوئے ہیں) کی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب سے ایک حصہ نقل کرتے ہیں۔ وھو ھذا اب رہی یہ بات۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ ٹھیرانا۔ اور تشفیع لانا جناب الٰہی میں درست ہے یا نہیں۔ سو تحقیق اسکی یہ ہے۔ کہ وسیلہ ٹھیرانا۔ اور تشفیع لانا حضرت صلعم کا جناب باری میں اور طلب مدد اس جناب سے کرنا فعل انبیاء و مرسلین اور سلف اور خلف صالحین ہے۔ کیا آپ کے پیدا ہونے سے پہلے۔ کیا بعد پیدا ہونیکے حیات دنیویہ میں بھی اور عالم برزخ میں بھی اور عرصہ قیامت میں بھی کہ انبیاء و مرسل کو د

دم مارنے کی تاب نہ ہوگی۔ وہاں ہمارے حضرت سرور عالم سردار آدم و بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم
باب شفاعت مفتوح فرمائینگے۔ اور اولین و آخرین کو مستغرق بحار رحمت و نعمت کرینگے۔ اور
باب استمداد میں اس جناب عالم و عالمیان مآب سے ان چاروں موطن میں اخبار و آثار وارد ہوئے
ہیں۔ پہلے موطن میں تواز جملہ اخبار و احادیث یہ حدیث ہے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب سے کہ جب آدم صفی اللہ
علیہ السلام سے وہ قصور ظاہر ہوا۔ تو اپنی توبہ قبول ہونیکے واسطے یہ کہا۔ یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ
بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ۔ بارگاہ مجیب الدعوات سے فرمان آیا۔ کہ تونے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو
کیونکر پہچانا۔ اور حالانکہ ابھی آپ کا جوہر روحانی صدف جسمانی میں نہیں لایا گیا۔ انہوں نے عرض
کیا۔ کہ جسدن میرے مالک! آپنے مجھے پیدا کیا۔ اور روح علوی کو میرے قالب بشری میں پھونکا۔ تو میں
نے عرش پر لکھا دیکھا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اسدن میں نے پہچانا۔ کہ یہ تیرا
بندہ محبوب ترین ہے۔ اور مقرب ترین۔ فرمان آیا۔ کہ اے آدم تو اسکو ہماری درگاہ میں اپنی مغفرت
کا وسیلہ لایا۔ ہمنے تیرے گناہ بخشے۔ اے آدم! اگر محمد نہ ہوتا۔ تو ہم تجھے پیدا نہ کرتے۔ اور بعضی روایات
میں آیا ہے۔ کہ جن کلمات سے کہ آدم صفی اللہ علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی چنانچہ آیہ کریمہ فَتَلَقّٰی
اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ اس پر ناطق ہے۔ وہ کلمات یہ تھے۔ اِلٰہِیْ بِحُرْمَتِ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِہٖ اغْفِرْلِیْ۔ سبکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔ کہ جب توسل اعمال صالح کے ساتھ باوجود اس بات
کے کہ وہ اعمال صالحہ افعال انسان ہیں۔ اور افعال انسان قصور و نقصان سے متصف ہوا کرتے
ہیں۔ درست و جائز ہے تو شفیع لانا۔ اور وسیلہ ٹھیرانا حضرت حبیب رب العالمین کو کہ محب و محبوب
حضرت غافر الذنوب جل وعلا ہیں۔ بطریق اولےٰ ہوگا۔ ۹

یَا اَکْرَمَ الرُّسْلِ مَالِیْ مَنْ اَعُوْذُ بِہٖ سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے بزرگ ترین انبیاء نہیں ہے میرے واسطے کوئی ایسا شخص۔ کہ میں اسکی طرف پناہ لاؤں۔ آپ
ہی ہیں۔ کہ حادثہ عام کے نازل ہونیکے وقت میری مدد کریں۔ **اور دوسرا موطن** یعنی حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب کے ساتھ توسل کرنا آپ کی مدت حیات دنیا میں اتنے بار واقع ہوا ہے۔
کہ حصر سے زیادہ ہے۔ خبر میں آیا ہے۔ کہ ایک اندھے نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر
ہوکر عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ دعا کیجئے۔ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مجھے عافیت عنایت فرماوے۔

آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تو صبارت چاہتا ہے۔ تو میں دعا کروں۔ اللہ تعالیٰ تجھے بینا کر دے۔ اور اگر اجر
آخرت چاہتا ہے۔ تو صبر کر۔ کہ یہ تیرے حق میں بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ آپ دعا کیجئے۔ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا۔ وضو کر۔ اس نے وضو کیا۔ فرمایا پڑھ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ
بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ
اللّٰهُمَّ + رواه الترمذی وصححه البیهقی وقال فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ وَفِیْ رِوَايَةٍ فَفَعَلَ الرَّجُلُ
فَبَرَءَ ۱۲ اور اخبار باب توسل و استمداد ارباب حاجات میں اس جناب عالم و عالمیان مآب سے
بحساب ثابت ہیں۔ اور تمہیر الموطن یعنی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب کے ساتھ توسل
کرنا۔ اور آپکو شفیع لانا بعد آپکے رحلت فرمانے کے اس میں بھی بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں
طبرانی علیہ الرحمۃ معجم کبیر میں حضرت عثمانؓ بن حنیف رضہ سے روایت لاتے ہیں۔ کہ ایک شخص
کو حضرت عثمان رضؓ بن عفان کے پاس کوئی حاجت تھی۔ اور روانہ ہوتی تھی۔ اور حضرت عثمان بن
عفان رضی اللہ عنہ کو نظر التفات اسکی طرف اصلا نہ تھی۔ وہ شخص انکے پاس آیا۔ یعنی حضرت
عثمان بن حنیف کے اور لئے اس حاجت کے روا ہونیکی تدبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ تو وضو کر کے
مسجد میں جا۔ اور دو رکعت نماز پڑھ۔ اور کہہ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا
مُحَمَّدٍ صلے اللہ علیہ وسلم نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ لِتُقْضٰی حَاجَتِیْ
بعد اسکے اپنی حاجت عرض کر۔ اس شخص نے موافق انکے فرمانے کے عمل کیا۔ اور پھر حضرت عثمان
بن عفان رضہ کے در دولت پر گیا۔ دربان نے آگے بڑھکر لیا۔ اور بتعظیم و تکریم حضرت عثمان بن
عفان رضؓ کے حضور میں لیگیا۔ حضرت عثمان غنی نے اس شخص کو اپنے فرش خاص پر بٹھایا۔ اور پوچھا
کہ تمہاری کیا حاجت ہے۔ اس نے جو حاجت بیان کی۔ آپنے روا فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ اسکے بعد جو
حاجت ہوا کرے۔ تم ہمارے پاس آیا کرو۔ ہم فوراً روا کر دیا کرینگے۔ وہ شخص بہت خوشحال ہو کر
حضرت عثمان بن عفان رضہ کے پاس سے اٹھکر عثمان بن حنیف رضہ کے پاس آکے کہنے لگا۔ کہ اللہ تعالےٰ
تمہیں جزائے خیر دے۔ شاید تم نے کچھ میری حاجت روائی کے باب میں حضرت عثمان رضؓ غنی سے کہا
کہ وہ اسطرح مجھ سے پیش آئے۔ اور اس سے پہلے وہ اصلا میری طرف متوجہ نہ ہوئے تھے۔ ابن حنیف رضہ
نے فرمایا۔ کہ واللہ میں نے تمہارے باب میں کچھ نہیں کہا۔ سوائے اسکے کہ رسول اللہ صلعم کو میں نے دیکھا

کہ آپکے پاس ایک اندھا حاضر ہوا۔ اور اس نے اپنے بینا ہو جانیکے باب میں آپ سے دعا چاہی۔ اس حدیث سابق کو ذکر کیا۔ پس میں نے قیاس کیا۔ کہ توسل آنحضرت صلعم موجب قضائے حاجت اور سبب نجاح مرام ہے۔ اور قاضی عیاض مالکی رح کتاب شفا میں لاتے ہیں۔ کہ ایکدن مسجد نبوی میں درمیان ابوجعفر خلیفہ اور حضرت امام مالک رح کے مناظرہ واقعہ ہوا۔ شاید کہ اثنائے گفتگو میں ابوجعفر کی آواز کچھ بلند ہو گی۔ حضرت امام مالک رح نے فرمایا۔ کہ اے امیرالمومنین! حضرت پیغمبر خدا صلعم کی مسجد میں کیوں آواز بلند کرتا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ حقتعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں ایک قوم کو ادب دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ اور ایک قوم کی مدح کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی الآیہ اور تو اس بات کو جان لے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت بعد وفات کے ویسی ہی ہے۔ جیسی آپ کی حالت حیات میں تھی۔ خلیفہ کو یہ بات سنکر رقت پیدا ہوئی۔ اور خشوع وخضوع اسپر طاری ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یا ابا عبداللہ دعا کے وقت قبلہ کیطرف متوجہ ہوں۔ یا رسول اللہ صلعم کی طرف۔ حضرت امام مالک رح نے فرمایا۔ کہ کیوں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیریگا۔ اور حال یہ ہے کہ یہ پیغمبر تیرا وسیلہ ہے۔ اور تیرے باپ آدم صفی اللہ کا بھی خدا تعالیٰ کی درگاہ میں۔ پس تو اسکی طرف منہ کرکے طلب شفاعت کر۔ تاکہ وہ تیرا شفیع ہو جائے۔ اور آگے باب آداب زیارت میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کر لے۔ اور آپ کو وسیلہ ٹھیرانے اور آپ کے حضور میں جا کر نیکا التجا اور مضمون رعایت کرنے کمال ادب اور نہایت تعظیم کا مذکور ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور مذکورہ دفن حضرت فاطمہ بنت اسد ام علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہا میں مذکور ہو چکا ہے۔ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکی قبر میں اترے۔ اور فرمایا۔ بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی پس حدیث میں دلیل ہے۔ توسل پر دونوں حالتوں میں۔ یعنی بعد وفات بھی اسیطرح جائز ہے جیسا کہ قبل از وفات۔ بلکہ ساتھ اس حدیث کے اولیائے کرام کے ساتھ توسل کو بھی کہ بعد وفات ہو۔ قیاس کریں۔ تو دور نہیں۔ بشرطیکہ کوئی دلیل تخصیص حضرات رسل علیہم السلام پر قائم ہو۔ تو البتہ جائز نہ ہو گا۔ مگر ایسی دلیل کہاں ؀

چند مشہور واقعات آنحضرت صلعم کی مرقد منورہ سے فیضیاب ہونیکے ذیل میں قلمبند کئے جاتے ہیں۔ اور
اسی پر ہم اس مضمون کے حصہ اول کو ختم کرتے ہیں۔ کیونکہ جملہ مسلمان اور خصوصًا علمائے دین کا اس پر
اتفاق ہے۔ کہ استمداد عن الانبیاء کیا حالت حیات اور کیا بعد وفات جو صرف ایک شرعی پردہ ہے۔ جائز اور
درست ہے۔ اور ان حکایات او روا قعات و آثار کا لکہنا صرف اس غرض سے ہے کہ عام وہابی جو اکثر انگریزی
خواں ہیں۔ اس امر کے متعلق شاید ششدر و پنج میں ہوں۔ تو انکو بفضلہ تعالیٰ اطمینان قلب حاصل ہو۔
واللہ الہادی نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ محمد بن منکدر کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص میرے باپ کے پاس اسّی دینار
امانت رکھکر جہاد کو چلا گیا۔ اور اذن دے گیا۔ کہ اگر تمکو حاجت پڑے تو اس میں سے خرچ کرنا۔ میرے باپ نے
وہ سب اپنی حاجت میں خرچ کر ڈالے جب وہ شخص آیا۔ تو اوسنے اپنے دینار طلب کئے اور میرا باپ اسکو
ادا کرنیسے عاجز ہوا۔ تو میرے باپ نے اس سے کہا۔ کہ تو کل میرے پاس آنا۔ میں اسکا جواب تجھے دونگا۔
اور رات کو میرے باپ نے مسجد شریف نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں شب باشی اختیار کی۔ اور حال انکا یہ تھا
کہ غایت اضطراب سے کبھی حضور شریف میں جاتے تھے۔ اور کبھی منبر شریف کے پاس آکر استغاثہ و فریاد
کرتے تھے۔ ناگاہ تاریکی شب میں ایک مرد ظاہر ہوا۔ اور اسّی دینار کی تھیلی انکے ہاتھ میں دیکر چلا گیا۔ ہو
نے صبح کو یہ اسّی دینار اسکو دیئے۔ اور زحمت مطالبہ سے خلاصی پائی۔ اور امام ابو بکر بن مقری کہتے ہیں
کہ میں اور طبرانی اور ابو الشیخ یہ تینوں آدمی حرم شریف مصطفوی میں تھے۔ کہ بھوک نے ہمارے اوپر
غلبہ کیا۔ اور اسی حال میں دو دن گذر گئے۔ جب عشا کا وقت پہنچا۔ تو میں نے قبر مبارک کے سامنے ہوکر کہا۔
یا رسول اللہ الجوع اور اسکے سوا اور کوئی کلمہ نہیں کہا۔ اور پھر کر چلا آیا۔ اور میں اور ابو الشیخ سو رہے اور
طبرانی بیٹھے کسی چیز کے آنیکا انتظار کر رہے تھے ناگاہ ایک مرد علوی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور
اسکے ساتھ دو غلام تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک زنبیل تھی کہانیسے پر ہمنے دروازہ کھولدیا۔ وہ آکر بیٹھ
گیا۔ اور ہمارے ساتھ اُسنے کہایا۔ اور جو کچھ کہانیسے باقی رہا۔ اسکو ہمارے پاس چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔
اور کہنے لگا۔ کہ اے قوم شاید تمنے اپنی بہوک کی شکایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کی۔ کہ میں نے اسوقت
رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا۔ کہ مجھسے آپ فرماتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کو کہانا کھلاؤ۔ اور ابن جلاء
کہتے ہیں۔ کہ میں مدینۃ الرسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا۔ تو مجھپر ایک دو فاقے گذرے میں نے قبر شریف
نبوی کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا۔ انا ضیفک یا رسول اللہ بعد اسکے سو گیا۔ تو دیکھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے میری ہاتھ میں ایک روٹی عنایت کی۔ میں نے آدہی خواب ہی میں کھائی۔ اور جب بیدار ہوا۔ تو دیکھا دوسری آدہی میرے ہاتھ میں ہے۔ اور ابوبکر اقطع کہتے ہیں۔ کہ میں مدینہ میں آیا۔ پانچ روز مجھپر گذر گئے۔ کہ کھانا نہیں ملا۔ میں نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ انا ضیفک یا رسول اللہ بعد اسکے میں سو گیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ اس عنوان پر کہ ابوبکر صدیقؓ آپکے داہنے ہیں۔ اور عمر فاروقؓ آپکے بائیں اور علیؓ مرتضیٰ آگے آگے ہیں۔ علی مرتضے نے مجھسے فرمایا۔ کہ اٹھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ میں نے اوٹھکر آپکے دونوں چشم مبارک کے بیچ میں بوسہ لیا۔ آپنے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے کہائی۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو میں نے اسکا ایک ٹکڑا اپنے ہاتھ میں پایا۔ اور احمد بن محمد صوفی کہتے ہیں۔ کہ تین مہینے تک میں جنگلوں جنگلوں گھومتا تھا۔ میرے بدن کا چمڑا سب پھٹ گیا تھا۔ میں مدینے میں آیا۔ اور مزار مقدس پر حاضر ہوا۔ رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھسے فرماتے ہیں۔ کہ احمد تو آیا تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا۔ انا جائعٌ فی ضیافتک یا رسول اللہ آپنے فرمایا۔ کہ ہاتھ اپنا کھول میں نے ہاتھ کھولا۔ آپنے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھدیئے۔ میں بیدار ہوا تو درہم میرے ہاتھ میں تھے۔ میں نے بازار میں جاکر فطیر و فالودہ خرید کرکے کھایا۔ اور پھر جنگل کو چلا گیا۔ امثال ان حکایات کے بہت کثرت سے ہیں۔ اکثر ان میں سے مشائخ صوفیہ سے منقول ہیں۔ کہ محرمان اسرار و مقربان درگاہ جناب حضرت رسالت پناہ ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم۔ اور اکثر اونمیں جو کہانے پینے سے متعلق ہے تو یا آپ بنفس نفیس اوسکے متکفل ہوئے ہیں۔ یا کسیکو اہلبیت میں سے حکم دیا ہے۔ اور بیگانے کو نہیں بھیجا۔ کہ مقتضائے کرم ہی ہے۔ اگر خیریت دنیا و عقبے آرزو داری + بدرگاہش بیا و ہرچہ میخواہی تمنا کن

حاشاہ ان یحرم الراجی مکارمہٗ   او یرجع الجار منہ غیر محترم

صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وسلم تسلیما تسلیما کثیرا کثیرا۔

اب رہا یہ امر کہ شہیدوں کی زیارت بعد وفات سے کچھ فیض حاصل ہوتا ہے۔ اسکے متعلق ہم فقط یہ عرض کرینگے۔ کہ آنحضرت صلعم کے صحابہ کرام کا زیارت کو جانا ثابت ہے۔ اور روایت میں ہے۔ کہ اُحد ایک پہاڑ ہے جنت کے پہاڑوں میں سے جب تم لوگ اس پر سے گذرا کرو۔ تو میوہ اسکے درختوں کا کہایا کرو۔ اور اگر میوہ نہو۔ تو اسکے جنگل کی گہاس وہی حکم رکھتی ہے۔ اور زینب بنت نبط زوجہ انس بن مالک سے روایت کرتی

ہیں۔ کہ وہ اپنی اولاد سے کہتی تھیں۔ کہ تم لوگ جاکر زیارت احد کرو۔ اور لاؤ میرے واسطے وہاں کی گھاس
اور کئی احادیث پہلے بیان ہو چکیں۔ اور نص قرآنی۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ
امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ اس امر کی کافی دلیل ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ اور ان سے
فیض حاصل ہونا خلاف عقل نہیں۔ ہندوستان میں جو لوگ شہید ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ دیکھا گیا ہے۔ کہ
باری کے بخار اور دیگر امراض میں شہیدوں کی قبر کی سبزی یا تاگا وغیرہ مفید ثابت ہوا ہے۔
اب مضمون کا تیسرا حصہ باقی رہ گیا۔ کہ آیا اولیائے کرام کی بعد وفات زیارت سے فیض حاصل ہوتا
ہے۔ اور لوگ اولیائے کرام کی قبور پر حاضر ہو کر اپنے اور انکے واسطے استغفار پڑھتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔
یہ جائز ہے یا نہیں۔ طلب باراں کے واسطے حضرت امیر عمرؓ جیسے موحد کامل کا آنحضرتؐ کے عم بزرگوار
حضرت عباسؓ سے توسل پکڑنا احادیث سے ثابت ہے۔ اور کسی نے بھی علمائے متقدمین و متاخرین
نے اس سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ عتبہ بن ابی لہب کا ایک شعر مشہور ہے۔ ~~~

بعمی سقی اللہ الحجاز و اھلہ عشیۃ یستسقی بشیبۃ عمر

اللہ نے بحرمت میرے چچا کے سیراب کیا حجاز اور اہل حجاز کو۔ حضرت عمر انکے بڑھاپے سے طلب باراں
کرتے ہیں۔ حدیث مرفوع ہے۔ من زار قبر ابویہ فی کل جمعۃ او احدھما کتب بارا
وان کان فی الدنیا بھما عاقا۔ جو شخص اپنے والدین کی قبر کی زیارت ہر ایک جمعہ کرے۔ یا ماں باپ
میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے۔ تو وہ باوجودیکہ دنیا میں نافرمانبردار تھا۔ ابرار میں لکھا جاتا ہے۔
من اراد عونا فلیقل اعینونی یا عباد الصالحین (رواہ فی حصن حصین) حصن حصین
جیسی پختہ اور معتبر کتاب میں روایت ہے۔ کہ جو شخص اہل اللہ (کی قبر) سے اعانت طلب کرے۔ تو اسے
لکھنا چاہئے کہ اے صالحین میری مدد کرو۔ اور بارگاہ الٰہی میں میری طرف سے سوال کرو۔ کہ خداوند کریم فلاں
مطلب پورا کر دے۔ یہ ضروری ہے کہ دل میں یہ اعتقاد ہو۔ کہ انبیاء و اولیاء سب خدا کے محتاج ہیں۔ ان کا
کام دعا کرنا ہے۔ مقصد کا پورا ہونا یا نہ ہونا انکے اختیار نہیں ہے۔ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا
من اھل القبور۔ یہ حدیث ہے۔ کہ جب تمہیں کسی کام میں پریشانی اور گھبراہٹ پیدا ہو تو اہل قبور سے
استعانت طلب کرو۔ اس سے بڑھکر اور روشن مثال کیا ہوگی۔
شیخ عبدالوہاب کشف الحجاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ فا

ان ینادالواحد فی قبرہ کما ینادی الحی ویستمدّ منہ کما یستمدّ الحی من الحی۔ یعنی جب اولیائے کرام کو قبر میں کچھ نہ کچھ حس اور حیات ہے۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کہ اہل قبور سے استعانت طلب کیجائے۔ جیسا کہ زندہ اولیا سے طلب کیجاتی ہے۔ اسوقت حیات الکمل پر بحث کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بحث پچھلے اوراق میں مفصل طور پر لی گئی ہے۔ یہ **حدیث** بھی ایک رسالہ میں ہمکی ہوئی نظر سے گذری ہے۔ گو مجھے احادیث کی کتب میں جو میرے سرسری مطالعہ سے گذری ہیں کوئی عینی ثبوت نہیں ملا واللہ اعلم۔ من مشی لزیارۃ القبور او العلماء او الشیخ الکبیر او العلیل او تفقد ذی رحم او علی غزاء الکفار او تعاون الاعمی اربعین قدما اعطاہ اللہ تعالیٰ علی کل قدمٍ عشر حسنات ومحی عنہ عشر سیئاتٍ ولم یرجع الا مغفورا۔ جو شخص زیارت قبور یا عالم اور شیخ کبیر علیل۔ رشتہ دار کی دلجوئی یا غزائے کفار پر جائے۔ یا اندھے کی مدد کرنیکے واسطے چالیس قدم چلے۔ اللہ تبارک تعالےٰ اس کے ہر ایک قدم کے عوض دس نیکیاں عطا کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی دس گناہ محو کر دیتا ہے۔ اور وہ شخص جب واپس آتا ہے۔ تو مغفور بن کر آتا ہے۔ سُبحان اللہ

امام نووی علیہ الرحمۃ کا قول شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جذب القلوب میں لکھا ہے۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ زیارت بقیع ہر روز (حاجیوں کو) کرنی چاہیے۔ اور شیخ ابو الحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ زیارت قبور سنت مؤکدہ ہے۔ گو اکثر علماء کے نزدیک مؤکدہ سنت نہیں ہے صفحہ ۲۳۰ جذب القلوب اردو میں استمداد اولیا فی البرزخ میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ توسل و طلب مدد بوسیلہ شفاعت قیامت کے دن انبیاء اور اولیائے امت کو بھی جائز ہے۔ جیسا کہ عقاید کی کتب میں مذکور ہے۔ اب رہا تبرک و توسل عالم برزخ اور موطن قبر میں۔ وہ بھی حضرات انبیا علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ اولیاء و صلحائے امت کے ساتھ بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ اس جہت سے کہ حالت حیات میں تو جواز توسل عام ہے۔ اور یہ ٹھیرا ہوا ہے۔ کہ بعد موت کے روح میت باقی رہتی ہے۔ اور بسبب ایمان و عمل صالح و شرف اتباع حضرت سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کے اسکو شعور و ادراک و قرب و منزلت خدا تعالےٰ کے نزدیک حاصل ہوتا ہے۔ تو بعد مرنے کے بھی انکے ساتھ توسل کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں۔ ساتھ اسکے کہ حقیقت معنی

توسل و استمداد کے سوال و دعا ہے۔ جناب باری سے بواسطہ اس محبت و اکرام کے جو اس بندہ
خاص کے ساتھ رکھتا ہے۔ یا اس بندہ کی روح سے طلب و التماس ہے۔ اس بات کی۔ کہ حضرت
حقتعالیٰ و تقدس کی جناب میں بوسیلہ اپنے قرب و کرامت کے ہمارے واسطے یہ دعا کرے۔ اور
اس میں نص صریح کے وارد ہونیکی حاجت نہیں۔ کیونکہ جسکو وسیلہ ٹھیرانا ہے۔ اسکی ذات باقی
ہے بخلاف پہلے موطن کے۔ بلکہ نہ وارد ہونا نص کا اسکے منع پر کافی نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی دلیل
قاطع قایم ہو۔ اس بات پر۔ کہ سوائے انبیا علیہم السّلام کے اور کسی کے ساتھ توسل کرنا۔ درست نہیں۔
تو البتہ منع کرنا درست ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی دلیل نہیں۔ اگر کوئی کہے۔ کہ سوائے
معصوم کے یعنی انبیا علیہم السّلام کے اور کسی کی موت ایمان پر یقینی نہیں۔ تو ہم کہینگے۔ کہ بقا
اسکا ان لوگوں میں جو مبشّر ہیں۔ خصوصًا و عمومًا یقینی ہے۔ پس توسل انکے ساتھ جائز ہوگا اور
اس میں تفرقہ کا قایل کوئی نہیں ہے۔ ساتھ اسکے کہ وارد ہونا اخبار و آثار مشائخ کبار
سے کہ ارباب کشف و شہود و محرمان اسرار عالم مثال ہیں۔ اس شبہے کے مادے کا توڑنے
والا ہے۔ ہاں بعض فقہا کو اس مسئلہ میں گونہ خلاف ہے۔ ولیکن حق مستحق اس بات کا ہے کہ اس
کی اتباع کیجاوے۔ واللہ اعلم۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۶ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ بعض علما رنے لکھا ہے کہ زیارت قبور سے
مقصود تذکر آخرت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ زوروا القبور فانھا
تذکر الاخرۃ۔ اور کبھی قبور سے مقصود دعا و استغفار ہوتا ہے۔ اہل قبور کے حق میں
جیسا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبور بقیع کی زیارت کو تشریف لیجاتے تھے اور
کبھی مقصود زیارت سے نفع اٹھانا ہوتا ہے اہل قبور سے چنانچہ زیارت قبور صالحین میں آثار ثابت
ہوئے ہیں۔ امام حجۃ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ جس کسی سے کہ اسکی حالت حیات میں نفع اٹھاویں
اس سے بعد اسکی وفات کے بھی تبرک و انتفاع لیں۔ امام شافعی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔
کہ قبر شریف حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی قبولیت دعا کیواسطے تریاق اعظم ہے۔
اور بعض مشائخ نے لکھا ہے۔ کہ چار آدمیوں کو اولیائے کرام سے پایا۔ کہ اپنی قبور کے اندر بھی
ویسا ہی تصرف رکھتے ہیں جیسا کہ حالت حیات میں رکھتے تھے۔ یا زیادہ اس سے بلکہ انکے

ایک شیخ **معروف کرخی** رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور دوسرے شیخ **عبد القادر جیلانی** رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور دو شیخ اور بھی ذکر کئے ہیں۔ اور بعض علمائے مذہب نے قبور کے ساتھ استمداد کرنے میں خلاف کیا ہے۔ جیسا کہ شیخ کمال الدین بن ہمام نقل کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ **ابو محمد مالکی** لکھتے ہیں۔ کہ سوائے مزار مقدس حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مزارات جمیع انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے اور قبور سے قصد انتفاع کرنا۔ بدعت ہے۔ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اسپر لکھتے ہیں کہ مستثنٰی کرنا بعض قبور شریفہ انبیاء علیہم السلام کو صحیح ہے۔ مگر اور قبور کے ساتھ قصد انتفاع کو بدعت کہنا محل نظر ہے۔" اور کبھی زیارۃ قبور واسطے حق ادا کرنے اہل قبور کے بھی ہوتی ہے۔ **حدیث شریف** میں آیا ہے۔ کہ بہت مانوس حالت میت اسوقت ہے جبکہ کوئی اسکے آشناؤں میں سے اسکی قبر کی زیارت کو آوے۔ اور اس باب میں احادیث بہت وارد ہوئی ہیں۔ اور حدیث مرفوع میں آیا ہے۔ من زار قبر ابویہ الخ (یہ حدیث ہم پہلے لکھ چکے ہیں) انتہے کلامہٗ۔

ایک حدیث ہم ابتدائی اوراق میں لکھ چکے ہیں۔ کہ ایک نیک مرد کو جسقدر لوگ دفنانے کے واسطے اسکے جنازہ کے ساتھ گئے تھے۔ سب بخشے گئے۔ یہ حدیث مؤید ہے۔ اس بات کی کہ استمداد عن الموتے و فیضان اولیائے کرام بعد وفات کا پورا ثبوت ہے۔

ایک عالم کی زبانی میں نے سنا ہے۔ کہ امام شافعی رح کے قول کی طرح ایک قول حضرت امام ابو حنیفہ کا بھی ہے۔ کہ حضرت امام جعفر رح کی تربت سے بھی بہت فیض حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم حضرت علی کا فرمودہ ہے۔ کہ قبرستان میں گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھنے سے بہت بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی سب کتابوں میں استمداد عن الموتے اور فیضان قبر کا صاف الفاظ میں ذکر کر دیا ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں۔ بعضے از خواص اولیاء اللہ را مخزن تکمیل و ارشاد بنی نوع گردانیدہ اند بعد وفات اوشاں را ہم تصرف در دنیا دادہ اند۔ و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از انہا مے نمایند و ارباب حاجت حل مشکلات خود از انہا مے طلبند و مے یابند و زبان حال آنہا مترنم ایں مقال است

ع من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن - اسکے بعد تحریر فرمایا ہے۔ کہ اس طرح کی استمداد جو بعض علمار نے جائز لکھی ہے۔ کسی طرح شرک نہیں ہو سکتا۔ کسی بزرگ کا قول ہے ؎

خاصان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

یک نظر کردن بروئے اولیا بہتر از صد سال طاعت بے ریا

ناصیۂ پیر نہ تنہا ضیاست بلکہ یکے از صفت کبریاست

امیر خسرو دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں مدد پیر مرا گشت یار نیست مرا حاجت آمرزگار

خواجہ حافظ فرماتے ہیں۔ اور کیا ہی خوب فرماتے ہیں ؎

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ قبروں پر مندرجہ ذیل تواریخ کو ضرور جانا چاہیئے۔ ایام تشریق۔ عشرہ ذی الحجہ۔ روز عاشورہ۔ روز عیدین۔ روز شب برات۔ بست و ہفتم رجب بست و ہفتم رمضان۔ اب ظاہر ہے کہ اگر جانا منع ہوتا۔ یا بے فائدہ ہوتا۔ تو ہرگز ارشاد نہ کرتے۔ اسی طرح شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اعتکاف قبروں پر نہ کرتے۔

عالیجناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے اپنے رسالہ وما اہل لغیر اللہ بہ میں استمداد عن الاولیار کی دلچسپ بحث کی ہے۔ اور اخیر صفحہ رسالہ میں ایک طویل فہرست ان صحابہ کرام اور علمائے عظام کی درج کی ہے۔ جو استمداد کے قائل ہیں۔ ہم بوجہ طوالت وہ سب نام اس جگہ لکھنے سے معذور ہیں۔ جسکا شوق ہو۔ وہ رسالہ گولڑہ شریف سے منگا لیوے۔

اب تک اس مضمون میں جو کچھ لکھا گیا۔ وہ نقلی دلائل تھیں۔ اب میں اپنا تجربہ میں آیا ہوا واقعہ لکھتا ہوں۔ حال سنہ ۱۹۰۵ء کے شروع میں جب یہ عاجز کارخانہ پیسہ اخبار لاہور کے زمرۂ مترجمین و ایڈیٹراں میں ملازم تھا۔ تو ایک نہایت ضروری مہم پیش آئی۔ اور اس مطلب کے پورا ہونے کے واسطے ایک ہزار روپیہ کی ضرورت تھی۔ ہزار جتن کئے۔ کہ کسی طرح سے روپیہ کی سبیل ہو جائے۔ مگر کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔ اپنے پاس تو پیسہ تک

کبھی نہیں رہا۔ بمصداق سہ زر مسلماں کے ہے پاس کہاں + چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں۔
ایک صاحب کشف درویش نے کہا تھا۔ کہ چالیس دن تک کسی خانقاہ پر گذارو مطلب
پورا ہوگا۔ چنانچہ عزم بالجزم کیا گیا۔ خدا کی قدرت کہ حضرت داتا گنج بخش رح کے مزار پر
انوار پر چالیس یوم بلاناغہ حاضر ہوتا رہا۔ جب چالیسواں دن گذرا۔ تو اسی شام کو وہ
کار خیر ہوگیا۔ اور ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہوا۔
اسی طرح ہزارہا لوگ ایسے موجود ہیں۔ جن کو اصحاب قبور سے نفع حاصل ہوا حضرت
پیر جہانیاں جہانگرد جنکی زیارتگاہ بہت مقام پر موجود ہے۔ کوڑھ (برص) کی
بیماری دور کرانے میں خاص طور پر مشہور ہیں۔ ہر جمعرات چیت میں میلہ لگتا
ہے ہزارہا آدمی زیارت کو آتے ہیں۔ حضرت خواجہ تونسوی رح کے مزار
پر انوار کی زیارت سے لاکھوں کو فیض حاصل ہوا اسی طرح
اجمیر۔ دہلی اور ملتان ناگور وغیرہ میں جسقدر اولیائے
اکرام سوئے ہوئے ہیں ہزارہا سال سے لوگ انکے
معتقد ہیں کاٹھ کی ہنڈیا ہر روز نہیں چڑھا
کرتی۔ اگر کسی کو شک ہو تو دل میں
اعتقاد پیدا کرے۔
ختم شد